یکم ذی الحجہ 1442ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبارک اہلِ ایماں ماہِ ذی الحجہ مبارک ہو : بڑی خوبی فضیلت سے بھرا عشرہ مبارک ہو
کرے ہر صاحبِ وسعت ادائے حکمِ قربانی : خلیل اللہ ابراہیم کا اسوہ مبارک ہو
(مفتی محمد رضوان اعظمی)

عشرہ ذالحجہ ، عیدالاضحی ، حج ، قربانی ، وغیرہ کے فضائل و مسائل پر مشتمل مضامین کا مجموعہ

پاسبان علم و ادب کی خصوصی اشاعت

عید الاضحی نمبر

جمع و ترتیب

مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	:	پاسابانی تراشے ، عید الاضحی نمبر
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازی اورنگ آبادی
صفحات	:	ایک سو تیس (130)
اشاعت	:	جولائی 2021/ذی الحجہ 1442
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازی اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358
زیر اہتمام	:	پاسبان علم و ادب

فہرست مضامین

ابتدائیہ

بقلم :- مفتی عبیداللہ شمیم قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین، والصلاة والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، محمد وآلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، وبعد!

"پاسبان علم وادب" بھی مختلف واٹسپ گروپ کی طرح ایک علمی وادبی گروپ ہے، اس کے ممبران ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، اس میں ہر طرح کے ممبران ہیں، اس میں جید عالم دین ہیں، مفتیان کرام ہیں، صاحب تصانیف اہل علم بھی تشریف رکھتے ہیں، زبان وادب سے تعلق رکھنے والے شعراء کرام بھی ہیں، ائمہ بھی ہیں، خطباء بھی ہیں، ڈاکٹر بھی ہیں غرضیکہ

ع__________گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن

اس علمی وادبی گروپ میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی رہتی ہے، لیکن اس گروپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ممبران کی قیمتی تحریروں کو محفوظ رکھنے کا خاطر خواہ انتظام بھی ہے، اس کے لیے ماہ نامہ "پاسبانی تراشے" کے نام سے ایک برقی مجلہ ہر مہینہ پابندی سے شائع ہوتا ہے۔جو الحمد للہ بہت معیاری ہے اور مقبول بھی ہے۔ کبھی کبھی حالات کے اعتبار سے یا کوئی خاص موقع ہوتو اس وقت خصوصی

شمارہ بھی منظر عام پر آتا ہے، ابھی رمضان المبارک سے متعلق تمام مضامین کو "رمضان نمبر "کے نام سے منظر عام پر لایا گیا ہے، ان تمام کاموں اور سرگرمیوں کا سہرا ممبران کے ساتھ **ایڈمن اعلی** کے خلوص اور اس کے بیباک **ترجمان مولانا شیخ محمد خالد صاحب اعظمی قاسمی** کی محنتوں کا دخل ہے جو وقتا فوقتا اپنی گرانقدر رائے اور حسن انتظام سے گروپ کو مہمیز کرتے رہتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے بہت ہی اہم اور فعال ممبر محسن پاسبان علم وادب حافظ **مسعود اعجازی** صاحب کی دن رات کی کوششوں کا نتیجہ ہے، جو مختلف پھولوں سے عطر کشید کرکے خالص مضامین کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کا ہنر جانتے ہیں اور وہ یہ خدمت خالصۃ لوجہ اللہ پاسبان سے محبت کی بنا پر خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں، اللہ تعالی ان کی محنتوں کو قبول فرمائے اور ہرطرح کے مکارہ سے ان کی حفاظت فرمائے۔

ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوگیا ہے، اس مناسبت سے چند روز پہلے ترجمان صاحب کی طرف سے یہ اعلان آیا تھا کہ عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت، قربانی کے فضائل ومسائل اور حج سے متعلق ممبران اپنی قیمتی تحریروں کو بھیجیں تاکہ اس اہم اور مناسب موقع پر پاسبانی تراشے کا خصوصی شمارہ شائع کیا جائے۔

الحمد للہ ممبران نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور بہت سے اہم مضامین جمع ہوگئے، جن کو حافظ مسعود اعجازی صاحب کی حسن ترتیب کے بعد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اللہ تعالی ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے، اور آئندہ بھی اس طرح کے قیمتی مضامین سے ہمیں استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

اپنی بات

بقلم :- ترجمان پاسبان علم و ادب

قارئین کرام!!
جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ پاسبان علم و ادب کی جانب سے ہر ماہ
پابندی سے ایک برقی رسالہ بنام،، پاسبانی تراشے،،
آپ حضرات کی نذر کیا جاتا ہے..
اسی طرح وقتاً فوقتاً حسب موقع و ضرورت خصوصی شمارہ بھی شائع کیا جاتا ہے
جسے پاسبان علم و ادب کی خصوصی اشاعت بھی کہا جاسکتا ہے
ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوگیا ہے سامنے ہماری عظیم الشان یادگار عید، عید الاضحیٰ
ہے.. جسے ہم عید قرباں بھی کہتے ہیں
اس مبارک مہینہ سے مسلمانوں کی بہت سی اہم عبادتیں وابستہ ہیں جیسے حج،
تکبیر تشریق نماز عید الاضحیٰ، قربانی وغیرہ
اسی مناسبت سے یہ خصوصی شمارہ بنام،، عید الاضحیٰ نمبر،، پیش کیا جارہا ہے جو
پاسبان علم و ادب کے قلمکاروں کی قیمتی تحریروں سے مزین ہے جو تمام مذکورہ
عبادتوں کے فضائل و مسائل پر مشتمل ہے..
ہماری کوشش ہے کہ ہم پاسبان علم و ادب کے پلیٹ فارم سے زیادہ سے زیادہ
دوست و احباب اور سوشل میڈیا پر موجود دوسرے تمام حضرات کو علمی دینی اور

ادبی فائدہ پہونچائیں
یہ خصوصی شمارہ بھی اسی کوشش کا ایک حصہ ہے
امید کہ پسند آئیگا
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور اس کی افادیت کو عام فرمائے
اور گروپ کے اہم رکن حافظ مسعود اعجازی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنکی بے لوث خدمت اور لگن سے یہ کوشش انجام پاتی ہے....

(مولانا) شیخ محمد خالد اعظمی
ترجمان پاسبان علم و ادب

حرفِ چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

معزز و مکرم قارئین کرام!

آپ حضرات کی اسکرین پر یہ جو برقی رسالہ بنام **"عید الاضحیٰ نمبر"** ہے ، یہ مجلہ ماہنامہ پاسبانی تراشے کی خصوصی اشاعت ہے۔

عیدالاضحیٰ نمبر میں ذوالحجہ کی مبارک ایام میں آنےوالی عبادات کے متعلق رہنمائی ان عبادات کے فضائل و مسائل اور شرعی احکامات پر مشتمل مجمل و مفصل مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

عیدالاضحیٰ نمبر کے مضامین تازہ ترین ہیں ، اور سبھی مضامین پاسبان علم وادب کے ممبران کے لکھے ہوئے ہیں۔

عیدالاضحیٰ نمبر کو پاسبان علم و ادب کے زیر اہتمام شائع کیا جا رہا ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اس رسالے سے خود بھی استفادہ کریں اور اسے اپنے دوست احباب تک بھی پہنچائے۔

ذی الحجہ کے ان مبارک ایام میں ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

العبد مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

عشرۂ ذی الحجہ
کے فضائل

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

اللہ رب العزت نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا، اسی طرح لیل ونہار کی گردش یہ سب اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ہے، اور سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں، ان میں چار مہینے اشھر حرم ہیں، زمانہ جاہلیت میں بھی جب کہ ہر طرف ظلم وزیادتی کا بازار گرم تھا، انسانیت سے عاری قوم تہذیب وتمدن سے بالکل نا آشنا تھی، اچھے خراب اور بھلے برے کی تمیز بھی ان کے یہاں نہیں تھی اس وقت بھی وہ اشھر حرم کا احترام کرتے تھے اور اس مہینے میں لوٹ مار اور غارت گری سے دور رہتے تھے۔

ان مہینوں میں ذی الحجہ کا مہینہ بھی شامل تھا، اور جب اسلام آیا تو اس مہینے کی حرمت کو باقی رکھا، اس میں دو عبادتیں ادا کی جاتی ہیں، ایک اسلام کا اہم فرض حج بیت اللہ کی ادائیگی اور دوسرے قربانی کی ادائیگی، اس وجہ سے بھی اس مہینے کی فضیلت قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ میں وارد ہے، خصوصا اس مہینہ کا پہلا عشرہ اس کی فضیلت کے سلسلے میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ خصوصی فضیلت کا حامل ہے، اللہ رب العزت نے سورہ الفجر میں کئی چیزوں کی قسم اٹھائی جن میں سے ایک "فجر" ہے، حضرت ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں: اس فجر سے مراد دس ذوالحجہ کی فجر ہے، دوسری چیز جس کی

قسم اٹھائی گئی وہ "ولیالٍ عشر" ہے جس کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ دس راتیں وہی ہیں جن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ذکر ہے "**أتممناها بعشر**" (اعراف:١٤٢)، کیوں کہ یہی دس راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث سے ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کا تمام دنوں میں افضل ہونا معلوم ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں۔ عشرہ ذي الحجہ کے سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو بخاری شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشَرَةِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ». رَوَاهُ الْبُخَارِيّ (٩٦٩).

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کوئی ایسا دن نہیں جن میں نیک اعمال اللہ جل شانہ کو عشرۂ ذی الحجہ (میں نیک اعمال) سے زیادہ محبوب ہوں، پوچھا گیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) کیا اللہ کے راستے میں جہاد سے بھی (ان دنوں کی عبادت افضل ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جی ہاں) اللہ کے راستے میں جہاد بھی برابر نہیں ہوسکتا؛ مگر وہ شخص جو اللہ کے

راستے میں جان ومال سمیت نکلے اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے۔

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت کی وجہ:

ان ایام کی خاص فضیلت اس بنیاد پر ہے کہ ان ایام میں انسان وہ عبادتیں انجام دیتا ہے، جنہیں سال بھر کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دیا جاسکتا ، ان کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالی نے صرف انہیں ایام کو منتخب فرمایا ہے، اور وہ ہیں: حج و قربانی، ان ایام کے علاوہ میں انسان ہر ن عبادتوں و احکام کو بلاتعیین و تقیید وقت کے ادا کرے، جوشریعت سے ثابت ہیں، خواہ فرض ہو یا نفل، تو اس کا اجر وثواب اسے ملے گا، وہ عبادتیں عند اللہ مقبول ہوں گی، جس سے قربت خداوندی اور دارین کی فوز وسعادت حاصل ہوگی، لیکن اگرکوئی انسان چاہے کہ حج کو ماہ ذی قعدہ یا رمضان المبارک میں ادا کرلے تو یہ ادا نہیں ہوگا، کیوں کہ حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جاکر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا، وغیرہ ماہ ذی الحجہ ہی میں ضروی ہے، دوسری عبادت قربانی ہے، جس کے لیے اللہ نے ذی الحجہ کے تین دن مقرر فرمائے ہیں، الغرض ذی الحجہ کے عشرۂ اولی کی فضیلت و اہمیت بکثرت وارد ہوئی ہے۔

لہٰذا ان مبارک دنوں میں غیرضروری تعلُقات سے ہٹ کراللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اورتوجہ کے ساتھ کرنی چاہئے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر و فکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک عمل میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اورگناہوں سے بچنا چاہئے اور روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے اہتمام کرنا چاہئے۔

عشرۂ ذی الحجہ میں ذکر اللہ کی کثرت:

امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرۃ ابن عباس رضی اللہ عنہماکی روایت کونقل فرمایاہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ التَّسْبِيحَ، وَالتَّكْبِيرَ، وَالتَّهْلِيلَ» المعجم الكبير للطبراني (١١/٨٢، ١١١١٦).

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ جل شانہ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ کے برابر زیادہ عظمت والے دن کوئی نہیں اور نہ کسی دنوں میں نیک عمل اتنا پسند ہے (جتنا ان دنوں میں) پس تم ان دنوں میں کثرت سے تسبیح (سبحان اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لاالہ الااللہ) کیا کرو۔

عشرۂ ذی الحجہ میں دن کو روزہ اور رات میں عبادت کی فضیلت:

ان ایام میں اگر ممکن ہو تو روزے بھی رکھنا چاہیے، روزے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ترمذی وابن ماجہ کی روایت میں ہے، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ القَدْرِ. سنن الترمذي (٧٥٨)، وابن ماجه (١٧٢٨).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہو، اس کے ہر دن کا روزہ ایک

سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور اس میں ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے"۔

یومِ عرفہ (نو ذی الحجہ) کے روزے کی خاص فضیلت:

خاص طور پر نویں ذی الحجہ جس کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے، اس دن کے روزے کی بہت بڑی فضیلت ہے، ترمذی شریف کی روایت ہے، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ. سنن الترمذي (٧٤٩).

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یومِ عرفہ کا روزہ گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا۔"

حاجی کے لیے وضاحت

اگر حاجی کو اس روزے کی وجہ سے یومِ عرفہ کے قیمتی دن کی عبادات اور دعا مانگنے میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں حاجی کے لیے یہ روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (شامی: ٢/٣٧٥).

عید رات کی فضیلت

عیدین کی راتوں میں عبادت کی فضیلت کا ذکر احادیث شریفہ میں آیا ہے، عید الفطر کی رات جس کو لیلۃ الجائزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اُس رات رمضان المبارک کے پورے مہینے کا انعام دیا جاتا کے اور عید الاضحی کی رات میں بھی عبادت کا ثواب ہے، ابن ماجہ کی روایت ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ» سنن ابن ماجه (١٧٨٢).

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دونوں عیدوں کی رات (یعنی چاند رات) کو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے عبادت کرے، اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے۔

قربانی کرنے والے کے لیے مستحب عمل

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا"، وَفِي رِوَايَةٍ: "فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا، وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفُرًا"، وَفِي رِوَايَةٍ: "مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ".

رَوَاهُ مُسْلِمٌ. [١٩٧٧].

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوجائے اور تم میں سے جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے وہ قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن بالکل نہ کتروائے۔

(مسلم شریف، رقم الحدیث: ١٩٧٧).

مسئلہ: واضح رہے کہ اگر کسی شخص کو بال صاف کیے اور ناخن کتروائے چالیس دن گزر گئے ہوں تو اسکے لیے بال صاف کرنا اور ناخن کاٹناواجب ہے، ایسی صورت میں دس ذی الحجہ تک اسی حالت میں رہنا گناہ ہے۔ (شامی)

بخاری شریف میں وارد ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما راوی ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ" صحيح البخاري (٦٤١٢).

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جس سے بہت سے لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت اور فراغ یعنی فرصت، اگر اللہ رب العزت نے صحت دی ہے اور آپ کے پاس فرصت ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاھیے اور بہترین شکر گزاری یہ ہے کہ ان ایام کوجتنا ہوسکے اللہ کی عبادت کے ساتھ گزارا جائے،اللہ تعالی ہمیں نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق دے ور اپنی مرضیات پر چلائے۔

ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں اعمالِ صالحہ کرنے کی فضیلت

بقلم :- مفتی عبدالقادر فیضان بن اسماعیل باقوی شافعی

الحمدلله رب العلمين، والصلوة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وصحبه اجمعين ـ امابعد ـ

ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں اعمال صالحہ کرنے کی فضیلت میں آیات کریمہ اور احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں،سورہ حج کی اٹھائیسویں آیت کریمہ میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ:اور وہ چند معلوم دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں {سورہ الحج،آیت 18،}اکثر مفسرین کے پاس ان سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے ـجیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کا بھی یہی قول ہے ـ

(1) حضرۃ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اللہ عزوجل کے پاس کسی(بھی)دن میں عمل کرنا اِن دنوں میں عملِ صالح کرنے سے زیادہ محبوب نہیں ﴾ (یعنی عشرہ کے دنوں میں،)صحابہ کرام نے عرض کیا:یارسول اللہ!_صلی اللہ علیہ وسلم _نہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا؟فرمایا: ﴿نہ ہی فی سبیل اللہ جہادکرنا،مگر وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ نکل پڑے پھر اسمیں سے کسی چیز کے ساتھ نہ لوٹے ﴾ ـ{مسلم اور نسائیؒ کے علاوہ جماعت نے اس حدیث کی روایت کی ہے ـ}

(2) حضرۃ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا : 《اللہ سبحانہ وتعالی کے پاس ان دس دنوں میں عمل کرنے سے سب سے زیادہ بڑا اور سب سے پسندیدہ دن اور کوئی نہیں،سو تم ان میں تہلیل، تحمید، اور تکبیر کی کثرت کیا کرو 》 ۔{احمد، طبرانی }

(3)ان دنوں میں ایک روزہ رکھنےپرایک سال کاثواب اوراسکی ایک رات میں عبادت کرنے پر شبِ قدر کے برابر ثواب ملتے ہیں،جیساکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 《اللہ تعالی کے پاس ذوالحجہ کے عشرہ سے زیادہ کوئی اور دن محبوب نہیں ہوتا کہ ان میں اس کی عبادت کی جائے،ان(دنوں)میں سے ہر دن کے روزہ کا ثواب ایک سال کے برابرروزوں اور ان میں سے ہر رات کا قیام شبِ قدر کے قیام کے برابر ہوتا ہے 》 ۔{ترمذی،ابن ماجہ، بیہقی،}۔۔۔تو ضروری ہوتا ہے کہ صرف عرفہ کے روزہ کو مخصوص نہ کر کے اسکے ساتھ جتنے بھی ہوں،دو تین چار یا پانچ دنوں کے روزے رکھے جائیں،پہلی ذوالحجہ سے نویں ذوالحجہ تک آپ روزے رکھ سکتے ہیں .

جب عشرہ کے دن داخل ہوتے تو حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ عبادت میں انتہائ شدید قسم کی محنت کیا کرتے تھے، حتی کہ کوئی انکے پاس پہونچنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا ۔

اطاعت و فرمانبرداری اور قربانی و حج کا مہینہ "ذی الحجہ "

بقلم :- مولانا عبدالعلیم بن عبدالعظیم اعظمی قاسمی

قمری کلینڈر کا بارہواں اور آخری مہینہ "ذی الحجہ" ہے، یہ مہینہ اسلامی تعلیمات اور تاریخ اسلامی کے اعتبار سے خاص اہمیت و افادیت رکھتا ہے ، زبان نبوت اس مہینے کے مختلف فضائل و مناقب میں گویا ہوئی ہے، یہ عظیم الشان ماہ جہاں ایک طرف سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے لازوال کارناموں ، بے مثال اخلاص اور بے لوث اطاعت و فرمانبرداری ، خدا اور اس کی تعلیمات سے عشق و محبت ، اور اس کے حکم کے سامنے سر نگوں ہونے کی داستان کو دوہراتا ہے ، تو وہیں اللہ تبارک و تعالی کے نزدیک اس مہینے کے چند ایام دوسرے دنوں سے افضل ہیں، ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی قدر ہے کہ: "جیسے حق تعالیٰ کو ان دس دنوں میں نیک کام پسند ہے اور ایام میں نہیں ہیں ، کوئی بھی دن عشرہ ذی الحجہ سے افضل نہیں ہیں"

اس ماہ کی 9/ تاریخ "یوم عرفہ" ہے جو کہ خود فضیلت و برکت سے لبریز ہے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

" جس نے یوم عرفہ کو روزہ رکھا اسکے ایک سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں"

اسی ماہ میں اسلام کے اہم رکن " حج" کو ادا کیا جاتا ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت" قربانی" ادا کی جاتی ہے۔

عید سعید، عید قربان، عید الاضحی عشق و محبت ، الفت و مودت کا پیغام ، رب کی

ربوبیت اور اطاعت و فرماں برداری کی یاددہانی ہے، یوں تو عید ہر سال آتی ہے لیکن ہر سال عالم اسلام اور مسلمانوں کو اللہ کے دامن میں پناہ لینے اور اپنی سب سے قیمتی اشیاء جان و مال وغیرہ کو اللہ کی راہ میں محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے قربان کرنے کا پیغام دیتی ہے ، یہ ایک جشن ، خوشی اور تہوار ہے اس شخص کے لیے جس کا دل محبتِ رب ذوالجلال سے معمور ہو، جس کو اسلامی تعلیمات و شعار سے محبت ہو، سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کی لازوال قربانیاں دل پر ثبت ہوں، عید الاضحی نام ہے آزمائشوں کے سرد کرنے کا ، کانٹوں سے سلامت نکلنے کا، خارزار وادیوں میں قدم رکھنے اور کوہ کنی کو روبہ عمل لانے کا، اس کے اندرپیغام ہے دین کے ہر شعبے میں کام کرنے والے افراد کے لیے کہ اس عظیم الشان کام میں اللہ تبارک وتعالی طرح طرح کی مصائب و مشکلات میں ڈال کر آزمائش و امتحان لیں گے ۔ اسلام کی سر بلندی، دین اسلام کی اشاعت ، پرچم اسلام کو افق عالم پر لہرانے کے لیے داعیوں ، مجاہدوں ، واعظوں، مدرسوں اور قلکاروں کو اس جد وجہدکے دوران کفار و مشرکین اور عالم رنگ و بو کے نام نہاد انسانیت کے ٹھیکے داروں اور امن و سلامتی کے پاسداروں کی طرف سے طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار کیا جائے گا ، ظلم و مصائب کا نشانہ بنایا جائے گا، الزام و اتہام کی یورشیں کی جائیں گی، جیل کی کال کوٹھریوں ، زنداں کی تاریکیوں اور بم و اجتماعی تشدد کا شکار بنا جائے گا ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ عظیم قربانی ہمارے لیے راہ نما ہے ، ہم ظلم کےسامنے سد سکندری ثابت ہوں، مصائب کی وجہ سے حق کا دامن نہ چھوڑیں حتی کہ ہم اپنی جان ، مال اور ان سب سے عزیز اپنی اولاد کو قربان کردیں۔

مغربی تہذیب کے نام نہاد روشن خیالوں اور مغربیت سے مرعوب لوگوں کا شروع سے یہ پروپیگنڈہ رہا ہے کہ اسلامی تعلیمات ، اسلامی شعار و عبادات کو ہدف ملامت بنانا چناچہ حج کے سلسلے میں نہایت بے باکی اور دلیری کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ حج کرنے کی بجائے اس کی رقم کو غریبوں بے کسوں اور تعلیم پر خرچ کیا جائے، قربانی کے موقع پر یہ مشورہ اعتراض میں بدل جاتا ہے ، ان کے نزدیک یہ "عظیم الشان عبادت" محض خون بہانا ہے، موجودہ صورتحال میں جہاں ایک طرف ملک کی عوام غربت، مفلسی لاچارگی مصائب اور پریشانیوں سے دوچارہوکر گدا گری جیسی صورتحال سے دو چار ہے تو وہیں تعلیمی ادارے مدارس وغیرہ عالمی وبا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے مالی فراہمی ان کے لیے ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے ، ایسی صورتحال میں بعض علماء اور دانشوران کی طرف سے یہ صدا بلند ہوئی کہ نفلی قربانی کے بجائے مدارس وغیرہ کی مدد کی جائے ، جب کہ احادیث میں ہےکہ قربانی کےایام میں دیگر عبادات کےمقابلے میں اللہ تبارک و تعالی کو قربانی زیادہ پسند ہے ، جو لوگ یہ مشورہ دے رہے ہیں ان کو یہ سوچنا چاہیے غوروفکر کرنا چاہئےکہ کیا وہ مغربی تہذیب کی نام نہاد روشن خیالوں سے مرعوب ہیں؟

اسکے ذریعے ان کے اعتراضات کو بڑھاوا نہیں ملے گا؟ کیا لبرل ازم کے ٹھیکے داروں کی صدا درست نہیں ہوگی کہ ایک حج کے بعد دوسرا نہیں کیا جائے غریبوں کی مدد کی جائے؟ حضرت عائشہ سے ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "قربانی کے دن کوئی عمل اللہ تعالی کو خون بہانے سے زیادہ پسند نہیں ہے ، اور یہ قربانی کاجانور قیامت کےمیدان میں اپنے سینگھوں ، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے

گا اورقربانی میں بہایا جانے والا خون زمین پر گرنے سے قبل اللہ کے دربار میں قبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے لہذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو"

9/ ذی الحجہ ہے ، تمام حاجی عرفات کے میدان میں ہے ، میدان عرفات انسانی ہجوم سے بھرا ہوا ہے ، سخت افراتفری کا حال ہے، اتنا رش ہے کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہے ، ہر طرف ہما ہمی بپا ہے سخت گرمی ہے ،کوئی نہارہا ہے ، کوئی وضو کر رہا ہے کوئی خیمہ نصب کر رہا ہے ، کوئی یاد الہی میں غرق ہے، کوئی دوگانہ ادا کر رہا ہے، لیکن آج تو میدان عرفات انسانوں سے خالی ہے، خال ہی خال کوئی نظر آ رہا ہے، جن کی تعداد انگلیوں پر بھی گنی جاسکتی ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ رب جس کا دل شرابیوں ، کبابیوں زانیوں اور ظالموں کے لیے ہماوقت کھلا رہتا ہے، لیکن آج نیک لوگوں کے لیے بھی بند ہے، اللہ کا یہ غضب کیوں؟ کیوں اللہ تعالی نے اپنے دروازے کو اپنے گناہ گار ، ریاکار اور خطا کار بندوں کے لیے بند کر دیا ہے؟ یہ عرفات کا میدان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کے ساتھ جلوہ افروز ہیں ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم رنگ و بو سے عالم جاویدانی کی طرف کوچ کرنے سے قبل اپنے اصحاب کو نصیحت فرماتے ہیں ، جو کہ تاریخ و حدیث کی کتابوں میں "خطبہ حجۃ الوداع " کے نام سے محفوظ ہے اس کی ایک ایک بات ایک ایک تعلیمات بندوں کے لیے راہ ہدایت ہے، کیا آج ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یاد ہے؟ کیا ہم نے حجۃ الوداع کے پیغام کو اپنی عملی زندگی میں انجام دیا ؟ کیا جن چیزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روکا تھا ہم اس سے باز آئے ہیں؟ جن کو اللہ کے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کی تلقین کی ہے کیا ہم نے اس کو انجام دیا ہے ؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:
"کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو گورے پر یا کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر فضیلت ہے تو صرف اور صرف تقوی کی بنیاد پر ہے"
آج ہم اپنے معاشرے کی طرف رخ کریں تو صرف فضیلت جس چیز کی وجہ سے نہیں ملتی ہے وہ تقوی ہے ، باقی بنیادوں پر فضیلت دی جاتی ہے ،خواہ برادری ہو یا مال و دولت یا زمین جائداد ، اس عظیم خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی کاروبار سے منع کیا ، وراثت کی تلقین کی اور فرمایا کہ وراثت کا قانون عدل و انصاف پر مبنی ہے، آج ہم اپنے معاشرے کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیں ہمارا معاشرہ سود سے بھرا ہوا ہے، کیا آج ہم سودی کاروبار سے باز آئے ہیں؟ وہیں ہماری وراثت اسلامی اصول و ضوابط کے بنیاد پر تقسیم ہوتی ہے ؟ ہم وراثت میں بہنوں اور بیٹیوں کے حقوق ادا کرتے ہیں ؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ : " دین میں غلو سے بچوں تم سے پہلی قومیں دین میں غلو کرنے سے ہلاک ہو گئی " آج ہم اپنے دین کا جائزہ لے لیں کہ ہم کہاں کہاں غلو سے بچتے ہیں ایک طرف ہم غلو کرتے ہیں تو دین کے نام پر ہر بدعات و خرافات کو دین میں شامل کرلیتے ہیں ، تو دوسری طرف بدعت کی بیخ کنی کے لیے دین کی ثابت شدہ باتوں کا بھی انکار کردیتے ہیں ، نماز میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی سنتوں کو محض اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے خلاف سنت گردانتے ہیں حالانکہ رسالت مآب صلی اللہ وسلم سے وہ عمل صحیح آحادیث سے ثابت ہوتا ہے ۔

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کے جنگ و جدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہتی ہے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں آپسی خانہ جنگیوں سے منع کیا تھا ، لیکن
آج عالم اسلام کا جائزہ لے لیں، اگر کہیں تلوار بے نیام ہےتو دو مسلمانوں کے
درمیان،مسلمان معاشرہ آپسی جھگڑوں کامیدان کارزار ہے ۔

عشرۂ ذی الحجہ اور قربانی : فضائل و احکام

بقلم :- مفتی شاہد مغنی خیر آبادی

ماہ ذی الحجہ کی فضیلت

ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا بارہواں اور آخری مہینہ ہے جو حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے، یہ نہایت مقدس و مبارک اور عظمتوں والا مہینہ ہے، رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ محترم و معظم ماہ ذی الحجہ ہے ۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب مہینوں کا سردار تو رمضان المبارک ہے اور مہینوں میں سب سے بزرگ تر ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّد الشُّھُوْرِ شَھْرُ رَمْضَانَ وَ اَعْظَمُھَا حُرْمَةً ذُوالْحِجَّةِ۔

(شعب الایمان بیہقی باب فی الصیام تخصیص ایام العشر من ذی الحجة رقم : ٣٧٥٥)

لہذا یہ مُبارک ایّام اور قیمتی ساعتیں سال میں ایک ہی مرتبہ نصیب ہوتی ہیں اِن میں جس قدر اہتمام ہوسکے کرنا چاہیئے،

عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل

خاص طور پر اس کا پہلا عشرہ جسکے بے شمار فضائل احادیثِ شریفہ میں وارد ہوئے، اعمال جس قدر باعظمت اورمحبوب ان دس دنوں میں ہیں اتنا کسی او دنوں میں نہیں،

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا دنوں میں کوئی دن نہیں ہے جس میں نیک عمل کرنا اللہ کے نزدیک ان دس دنوں (ذی الحجہ کے پہلے عشرہ) سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا (ان ایام کے علاوہ دوسرے دنوں میں) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی (ان دنوں کے نیک اعمال کے برابر) نہیں ہے؟ فرمایا ہاں! مگر اس آدمی کا جہاد جو اپنی جان و مال کے ساتھ (اللہ کی راہ میں لڑنے) نکلا اور پھر واپس نہ ہوا۔

(مشکوۃ المصابیح /رقم :١٤٣٤)

اور حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ایسا کوئی دن نہیں ہے کہ جس میں عبادت کرنا عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ افضل ہو اس میں سے ہر دن کے روزے ایک سال کے روزوں کے برابر قرار دیئے جاتے ہیں اور اس میں ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر قرار دی جاتی ہے

(مشکوۃ المصابیح /رقم :١٤٤٥)

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت و فضیلت اور خصوصی تقدس کو بیان کرتے ہوئے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اور وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں،

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾

قسم ہے فجر کے وقت کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ اس سے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن مراد ہیں ، (تفسیر قرطبیؒ)

جفت سے مراد ۱۰/ذو الحجہ کا دن اور طاق سے مراد عرفے کا دن ہے جو ۹/ ذو الحجہ کو آتا ہے، ان ایام کی قسم کھانے سے ان کی اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ ہے، (توضیح القرآن)

خلاصه کلام

یہ کہ اللہ تعالٰی نے ان دس دنوں کو رحمت و انعام کا خاص عشرہ قرار دیا ہے، ان مبارک ایام میں طاعت و عبادت میں مشغول رہنا بڑے فضائل و ثواب کا موجب ہے،

لہذا! اسکا تقاضا ہے کہ اس کے شب و روز کو غفلت کے ساتھ گزارنے کے بجائے حتی الوسع اسے یاد الہی سے آباد کرنا چاہیے، روزہ و نماز کا خاص اہتمام کرنا چاہیے،

یوم عرفه کا روزه

خصوصاً یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ بڑی فضیلت رکھتا ہے، ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهُ سَنَةٌ أَمَامَهُ، وَسَنَةٌ بَعْدَهُ (سنن ابن ماجہ/رقم: ۱۷۳۱)

جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا تو اس کے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۔

بال و ناخن نه کاٹنا ایک مستحب عمل ہے،

ان ایام میں قربانی کرنے والے کے لیے ایک مستحب عمل یہ بھی ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آجانے کے بعد سے لے کر قربانی کرنے تک بال ناخن وغیرہ نہ کاٹے،

چنانچہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لئے جانور ہو، جب وہ ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے تو نہ تو اپنے بال کاٹے اور نہ ناخن تراشے یہاں تک کہ قربانی کرلے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَه ذِبْح يَذْبَحُهُ فَإِذَا اُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِه وَلاَ مِنْ اَظْفَارِه شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّي۔

(مسلم شریف باب نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ: الرقم ۱۹۷۷)

لیکن اگر چالیس دن کی مدت ہوگئی تو غیر ضروری بال وغیرہ کا کاٹنا ضروری ہے، مذکورہ حکم تو قربانی کا ارادہ رکھنے والے افراد کے لیے ہے، اور جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتا اگر وہ بھی ان دنوں میں اپنے بال یا ناخن نہ تراشے تو ان شاء اللہ ثواب کا مستحق ہو گا ۔

تکبیراتِ تشریق

اور نویں ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد مردوں کے لیے باآوازِ بلند اور عورتوں کے لیے آہستہ آواز سے ایک مرتبہ " الله أكبر . الله أكبر . لا إله إلا الله . والله أكبر . الله أكبر ولله الحمد پڑھنا واجب ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ کے دن کی صبح کی نماز سے ایام تشریق کی آخری عصر کی نماز تک تکبیر کہتے تھے،(سنن البیہقی /رقم: ٦٢٧٨)

(شامي/ كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب في تكبير التشريق)

تکبیر تشریق پڑھنا بھول گیا

لیکن اگرفرض نماز کے بعد تکبیر کہنا بھول گیا اور بات چیت کرلی یا دوسرے کاموں میں مشغول ہوگیا تو اب تکبیر کی قضا نہیں ہے، بلکہ توبہ واستغفار کرنا ضروری (شامی زکریا ۳/۶۳)

قربانی ایک عظیم شعار ہے

اور قربانی بھی اسی عشرے میں ہوتی ہے جو کہ اسلام کا شعار اور ہمارے جد امجد سیدنا ابراہیمؑ کی عظیم یادگار ہے چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ نے حکم الہی کی تعمیل میں اپنے تمام جذبات و خواہشات کو قربان کرکے جاں نثاری و وفا شعاری اور اطاعت و فرماں برداری کا مجسم پیکر بن جانے کی ایسی عظیم مثالیں پیش کیں جس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی اور پھر یہ ایسی قبول ہوئی کہ اس کی یاد میں تمام صاحب نصاب مسلمانوں پر جانور کی قربانی لازم کردی گئی،

رسول کریم ﷺ کے اصحاب نے دریافت کیا کہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِی

یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تمہارے باپ ابراہیمؑ کا طریقہ یعنی ان کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا

فَمَا لَنَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یا رسول اللہ! پھر اس میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ

گائے اور بکری کی قربانی کرنے میں کہ جن کے بال ہوتے ہیں) ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا

فَالصَّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کہ صوف (یعنی دنبہ، بھیڑ اور اونٹ کی اون اور اس کے بدلہ میں کیا ثواب ملتا ہے؟) فرمایا

بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصَّوْفِ حَسَنَةٌ

اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔

(مشکوٰۃ المصابیح/ رقم: ۱٤٤۹)

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

علماء نے فربہ اور موٹے جانور کی قربانی کو مستحب قرار دیا ہے، لہذا! حتی المقدور موٹا تازہ اور عمدہ جانور کی قربانی کرے۔

حدیث نبوی ہے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم يُضَحِّيَ بِكَبَشٍ اَقْرَنَ فَحِيْلٍ يُنْظُرُ فِي سَوَادٍ وَّيَاكُلُ فِي سَوَادٍ وَّيَمْشِيْ فِي سَوَادٍ۔ (رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجۃ)

رسول اکرم ﷺ ایسے سینگ دار فربہ دنبہ کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھتا تھا یعنی اس کی آنکھوں کے گرد سیاہی تھی، سیاہی میں کھاتا تھا اس کا منہ سیاہ تھا اور سیاہی میں چلتا تھا یعنی اس کے پاؤں بھی سیاہ تھے

(مشکوٰۃ المصابیح /رقم :۱٤٤۰)

لہذا! قربانی کے انتخاب میں خوبصورتی اور اچھائی کو پیش نظر رکھے

خوش دلی کے ساتھ قربانی کرے

اور قربانی پورے ذوق و شوق، خوش دلی اور خلوص نیت کے ساتھ کرے، کسی طرح کی کوئی کراہت یا تنگی محسوس نہ کرے

پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام نے ارشاد فرمایا :

قربانی کا وہ ذبح کیا ہوا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون قبل اس کے کہ زمین پر گرے (یعنی ذبح کرنے کے ارادہ کے وقت ہی) الٰہی میں قبول ہوجاتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی وجہ سے (یعنی قربانی کر کے) اپنے نفس کو خوش کرو (مشکوٰۃ المصابیح/رقم :۱٤٤۲)

یاد رکھیے... رسم قربانی سے مقصود صرف جانوروں کو ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا کھلانا ہی نہیں بلکہ مقصود اصلی خلوص نیت اور حکم خداوندی ہے،بالخصوص قربانی میں اخلاص واجب اور ضروری ہے ورنہ قربانی مقبول نہ ہوگی

قرآن کریم میں قربانی کی حقیقت کا برملا اعلان کیا گیا ہے :

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج :۳۷)

اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب (تمہارا تقوی)

تفسیر :

عبادات کی خاص صورتیں اصل مقصود نہیں بلکہ دل کا اخلاص و اطاعت مقصود ہے : لن ینال اللہ لحومھا میں یہ بتلانا مقصودہے کہ قربانی جو ایک عظیم عبادت ہے اللہ کے پاس اس کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا نہ وہ مقصود قربانی ہے بلکہ مقصود اصلی اس پر اللہ کا نام لینا اور حکم ربی کی بجا آوری دلی اخلاص کے ساتھ ہے۔ یہی حکم دوسری

تمام عبادات کا ہے کہ نماز کی نشست و برخاست کرنا اور بھوکا پیاسا رہنا اصل مقصود نہیں بلکہ مقصوداصلی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل دلی اخلاص و محبت کے ساتھ ہے اگر یہ عبادات اس اخلاص و محبت سے خالی ہیں تو صرف صورت اور ڈھانچہ ہے روح غائب ہے مگر عبادات کی شرعی صورت اور ڈھانچہ بھی اس لئے ضروری ہے کہ حکم ربانی کی تعمیل کیلئے اس کی طرف سے یہ صورتیں متعین فرما دی گئی ہیں ۔ واللہ اعلم (معارف القرآن)

قربانی کا پیغام

یہ قربانیاں مسلمانوں کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ ہر وقت اپنے رب کی اطاعت و فرماں برداری اور ہر طرح کی کی قربانی دینے کے لیے تیار رہے، ہر ایسی خواہشات اور رسم و رواج کے گلے پر چھری چلا دیں جو حکم الہی اور فرمان نبوی سے ٹکرا رہی ہو اور ہم یہ عزم مصمم کریں کہ قربانی کے اس موسم میں صدق دل، خلوص نیت اور ابراہیمی جذبۂ و ولولہ کے ساتھ قربانی پیش کریں گے، بندۂ مومن کو قربانی کے ان جذبات سے سرشار ہونا چاہیے اور اسی جوش و خروش کے ساتھ زندگی کے دیگر گوشوں میں بھی ایثار وقربانی اور خلوص و للٰہیت کا ثبوت دینا چاہیے،

احکام قربانی

قربانی ہر عاقل، بالغ، مقیم، مسلمان مرد ہو یا عورت جس کی ملکیت میں ایام قربانی میں قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر رقم ہو، یا اس کی حاجات اصلیہ سے زائد اتنا سامان موجود ہو جس کی قیمت بقدر نصاب ہو (چاندی کے اعتبار سے) تو ایسے مرد و عورت پر قربانی واجب ہے،

اور قربانی کے سلسلے میں اس پر سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے

"وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلاً عن حوائجه الأصلية، كذا في الاختيار شرح المختار، ولا يعتبر فيه وصف النماء، ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية، ووجوب نفقة الأقارب، هكذا في فتاوى قاضي خان"(الہندیہ /۱۹۱)

صاحب نصاب کا قربانی نہ کرنا

قربانی کرنے کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص باوجود قربانی کی استطاعت کے قربانی نہ کرے تو ایسے شخص کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

جس شخص کو (قربانی کی) وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے، تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ پھٹکے ۔ (سنن ابن ماجہ /رقم :۳۱۲۳)

اللہ رب العزت ہمیں صدق دل، خلوص نیت اور ابراہیمی جذبۂ و ولولہ کے ساتھ قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ایک تبلیغی چِلے کا یادگار عشرہ ذی الحجہ

بقلم :- مولانا اظہارالحق قاسمی بستوی

آج سے دس سال قبل جب ہم مرکزالمعارف ممبئ میں پڑھتے تھے تو وہاں کے روٹینی نظام کی وجہ سے اُس وقت ہم طلبہ کو 20/ذی قعدہ سے لے کر 30 /ذی الحجہ تک چلہ لگانا پڑتا تھا۔ اس چلے کی حیثیت یہ تھی کہ اگر کوئی طالب علم چلہ نہ لگانا چاہے تو مستحق اخراج سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ہم ساتھی اُس چلے کو چلہ اضطراریہ کہتے ہیں۔ ساتھی اس موقع سے انتظامیہ کی طرف سے چلہ لگوانے سے سخت نالاں رہتے تھے اور اسے انتظامیہ کی طرف سے زیادتی؛ بل کہ ظلم سمجھتے تھے۔کیوں کہ اس چلے کے درمیان بقرعید بھی پڑتی اور ہم لوگوں کو پردیس میں بقرعید منانا بہت شاق گزرتا۔ انتظامیہ پورے تعلیمی سال یعنی شوال تا شعبان میں ایک بار بھی طلبہ کو گھر جانے کی رخصت نہیں دیتی تھی مگرچالیس روز جماعت میں جانے کا ضرور پابند کرتی۔ ہم طلبہ جماعت میں جانےکو غلط نہیں سمجھتے تھے مگر بقرعید کے موقعے سے جماعت میں جانا اور گھر نہ جاپانا ہم کو بہت گراں گزرتا ۔

چلہ لگوانا مفید تھا یا مضر؟

مرکزالمعارف اپنے دعوت کے مشن کولے کر اپنے طلبہ کو اس تبلیغی کام اور اس کے طریق کار سے بھی آشنا کرانا چاہتا تھا اس لیے اس حوالے سے وہاں پر کوئی لچک اور رعایت نہیں تھی اور وہاں پڑھنے والے ہر طالب علم کو جماعت میں جانا ہی پڑتا تھا۔ مرکز کی طرف سے یہ چلہ لگوانا مفید؛ بل کہ مفید تر تھا جس سے جماعت میں اب

تک نہ نکلے ساتھی اس کام کو سیکھتے اور عوامی پلیٹ فارم پر دعوت کاکام کیسے کیا جاتا ہے سے آشنائی حاصل کرتے۔ اس کے علاوہ بہت کچھ روحانیت اور نورانیت حاصل کرتے۔ شنید ہے کہ جماعت کےدولخت ہوجانے کے سبب مرکز المعارف سے طلبہ کو جماعت میں بھیجنےکاسلسلہ موقوف ہے اور بقرعید کے موقعے سے طلبہ کو رخصت بھی مل رہی ہے۔ موقوف ہونا تو بہت مناسب نہیں البتہ بقرعید میں طلبہ کو گھر جانے کی اجازت کو سن کر دل شاد ہوا۔

ہمارا رخ

ملت مرکز جوگیشوری سے ہمیں پہلے سال جو رخ ملا وہ مہاراشٹر کے تبلیغی اعتبار سے مشہور ترین ضلع امراوتی کا ملا جومسز پرتبھا پاٹل سابق صدر جمہوریہ ہند کا وطن ہے۔ سوء اتفاق سے یہ راقم ہی اپنی جماعت کا امیر طے کردیا گیا۔ ایک ہفتے کے قریب ہم لوگ امراوتی شہرمیں رہے۔ امراوتی شہر کے لوگوں نے علماء کی جماعت کا سن کر بڑا خیال رکھا اور ہم لوگوں کو کام کا بھی اچھا موقع فراہم کیا۔ ایک ہفتے کے بعد مقامی جماعت کےمشورے سےہم لوگوں کا رخ بروڈ نامی علاقے کی طرف طے ہوگیا جہاں کے ذمے دار فہیم بھائی (حافظ فہیم صاحب) ہیں۔ فہیم بھائی جہد پیہم اور فکر مسلسل سے عبارت ہیں۔ انھوں نے اکرام اور خدمت کی حد کردی۔ کہنے کو تو وہ ایک عام آدمی ہیں جنھوں نے اپنی محنت سے جماعت میں حفظ کیا ہے مگر وہ اس علاقے میں مرجعیت رکھتے ہیں اورعلم و عمل میں بھی کافی پختہ ہیں۔نمازعید الاضحیٰ ہم نے انھیں کی امامت میں ادا کی۔ شرافت و نجابت اور اطاعت شریعت ان کے ہر قول و فعل سے ظاہر ہوتی ہے۔اس موقعے سے وہاں کے لوگوں نے ہم ساتھیوں کو سنترے بھی

خوب کھلائے؛ کیوں کہ یہ موسم سنتروں کا تھا اور وہاں سنتروں کی کھیتی ہوتی ہے۔

ذی الحجہ کے نو روزوں کے سلسلے میں مشورہ

ممبئ مرکز سے ہم تیرہ ساتھی اس جماعت میں نکلے۔ رفقاء درس ہونے کے باوجود ساتھیوں نے اس ناچیز کو امیر کی حیثیت دی اور پورے سفر کو شاد و آباد رکھا۔

ہمارے ساتھیوں میں ایک سے بڑھ کر ایک مقرر، خطیب اور مفتی تھے اور کچھ قدیم جماعتی ساتھی بھی تھے مگر سب سے امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ سب ساتھی فکری اعتبار سے بالیدہ شعور اور مزاج آشنا تھے۔

ذی قعدہ کے آخری دن مشورہ ہوا تو اس ناچیز نے عشرہ ذی الحجہ کے فضائل کے پیش نظر ایک تجویز رکھی کہ اس وقت ہم لوگوں کے پاس موقع ہے؛ لہذا کیوں نہ دسویں ذی الحجہ سے قبل کے نو روز روزے رکھ لیے جائیں۔ بلا استثناء تمام ساتھیوں نے اتفاق کیا؛ بل کہ ولولہ انگیزی اور تحمس کا مظاہرہ کیا۔ ساتھیوں نے یہ بھی سوچا کہ ابھی موقع ہے روزے رکھ لیں اور عبادت کرلیں۔ پتہ نہیں آئندہ کب توفیق حاصل ہو۔

عشرہ ذی الحجہ کس طرح گزرا

چناں چہ اس کے بعد تمام ساتھیو نے عشرہ ذی الحجہ کے نو روزے رکھے اور ذی الحجہ کی راتوں کو عبادت کی راتوں میں تبدیل کردیا۔ شاید ہی کوئی رات ایسی گزری ہو جس میں تمام ساتھیوں نے تہجد نہ پڑھی ہو۔ ساتھیوں کے ذوق و شوق سے پورا عشرہ ذی الحجہ رمضان کے آخری عشرے کی کیفیت میں تبدیل ہوگیا۔ علاقے کے لوگوں نے بھی ہمارے پورے عشرے کے اس اہتمام کو ملاحظہ کیااور بہت متاثر ہوئے۔ ہم لوگ حتی الامکان اس امر کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے مگر قریبی لوگ بہرحال

جان جاتے تھے۔ خود روزے رکھنے کی وجہ سے لوگوں کو ترغیب دینے میں بھی سہولت ہوئی۔ اُن ایام کے روزوں کے برکات ہم نے کھلی آنکھوں دیکھے اور محسوس کیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اُن روزوں کو قبول فرمائے۔

تب سے آج تک تقریباً دس سال گزر چکے ہیں مگر ہمیں دوبارہ یہ سارے روزے رکھنے اور اس عشرہ میں جم کر عبادت کرنے کی نہ ہمت ہوئی اور نہ توفیق ملی۔

ہم لوگ جب چلہ پورا کرکے ممبئ واپس لوٹ رہے تھے تو امراوتی اسٹیشن پر لوگوں کا ایک جم غفیر ہمیں رخصت کرنے آیا تھا اور اب تک بھی وہاں کے کچھ لوگوں سے مراسم استوار ہیں۔ فہیم بھائی کبھی کبھی یاد کر لیتے ہیں اور تمجید بھائی (وہاں کے ایک مخلص تبلیغی دوست) ابھی بھی مہینہ دو مہینہ میں خیریت دریافت کر لیتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنے والے عشرہ ذی الحجہ کی کماحقہ قدردانی کی توفیق بخشے اور ہم سب کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔

عید الاضحیٰ

کے فضائل

عید قرباں کا پیغام

بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

دنیا کے تقریباً تمام مذاہب و ادیان میں خوشی منانے کے لیے کچھ ایام مقرر ہیں۔ اسلام چونکہ ایک کامل و مکمل دین اور انسانی فطرت کے عین مطابق ضابطۂ حیات ہے۔ اس لیے اس نے بھی اپنے ماننے والوں کو خوشی منانے کے لئے سال میں دو دن عید الاضحی اور عید الفطر کی صورت میں دیئے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں زمانہ جاہلیت سے تہوار منانے کا سلسلہ جاری تھا۔ جس میں لوگ طرح طرح کے لہو و لعب میں مبتلا تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس کے مقابلے میں اپنی امت کو بھی خوشی منانے کے دو دن دیئے۔ خوشی کے یہ دونوں ایام اسلام کے دو بڑے ارکان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور ان ارکان کی ادائیگی کے بعد خوشی کے طور پر مسلمان یہ دن مناتے ہیں۔ مسلمانوں اور غیروں کے عید وتہوار کی خصوصیت اور ان کا امتیازی وصف ہی یہی ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں عید محض کھیل کود، تفریح طبع ، ناچ گانا کا نام نہیں؛ بلکہ یہاں تو عاجزی وانکساری، فروتنی، عبدیت وبندگی کے اظہار کے ساتھ عید منانی ہے ، صبح اٹھتے ہی عید قرباں کے موقع سے انسان کو سب سے پہلے دوگانہ اس خوشی ومسرت کے موقع سے ادا کرنا ہے، رب ذو الجلال کی بارگاہ میں اولا سرِ نیاز تسلیم خم کرنا ہے، اس کے سامنے دو رکعت نماز کی شکل میں اپنی خمیدگی اور عبدیت کو بتلانا ہے، پھر اس کے بعد جانور کی قربانی دینی ہے۔

حقیقی قربانی تو اپنے جذبات، خواہشات، اپنے ارمانوں اور آرزؤں کی دینی ہے، اللہ رب العزت کے احکام کے سامنے اپنے کو خم کرنا ہے، ہر حکم خداوندی کے سامنے اپنے آپ کو جھکا لینا ہے، جب نماز کی شکل میں بدنی اور وقتی قربانی کا مطالبہ ہو تو اس کی قربانی دینی ہے، روزہ کی شکل میں بھوک اور پیاس کو وقت مقررہ میں برداشت کر کے اپنے کھانے پینے کی خواہش پر چھری چلانا ہے، جب مال کی قربانی کا مطالبہ آئے تو مال کو زکوۃ وصدقات کی شکل میں قربان کرناہے، اور جب وقتی، مالی اور بدنی قربانی کا تقاضا ہو تو پھر اپنی جان اور اپنا مال اور اپنا وقت لے کر خدا کے گھر کی جانب ادائیگی حج کے لئے دیوانہ وار، پراگندہ حال، سفید دو بغیر سلے ہوئے سفید کپڑے زین تن کئے ہوئے خانہ کعبہ کے آس پاس کے علاقہ منی، مزدلفہ اور عرفات کی سنگلاخ اور سخت جان پہاڑیوں کے چکر کاٹنے ہیں، اس کو اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں فرمایا:" اللہ عزوجل کو قربانی گوشت اور قر بانی کا خون نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کے یہاں تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے"(سورۃ الج : ٣٧)اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ : عبادات کی خاص صورتیں اصل مقصود نہیں بلکہ دل کا اخلاص و اطاعت مقصود ہے: "لن ینال اللہ لحومھا"میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قربانی جو ایک عظیم عبادت ہے اللہ کے پاس اس کا گوشت اور خو ن نہیں پہنچتا، نہ وہ مقصود قربانی ہے؛ بلکہ مقصود اصلی اس پر اللہ کا نام لینا اور حکم ربی کی بجا آوری دلی اخلاص کے ساتھ ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں جب لوگ جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اس کے خون سے اللہ کی قربت کےواسطے خانہ کعبہ کورنگ دیتے تھے، تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

قربانی کا گوشت اور اس کا خون اللہ رب العزت کو نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کے یہاں تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے"تفسیر البغوي (۳/۳٤۲).

اگر قربانی کے عمل کے ذریعے اتباع اور فداکاری کے یہ جذبا ت ہمارے اندر پیدا نہیں ہوتے تو بس یہ قربانی کا عمل ایک ظاہری عمل ہوکر رہ جائے گا، حقیقت اور روح سے خالی ہوجائے گا۔

آج مسلمانوں نے قربانی کو بطور رسم کے اپنایا ہوا ہے، ہماری سالانہ قربانی صرف جانوروں کی قربانی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، قربانی کی روح اور اساس کو ہمارے اندر پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

قربانی یہ در اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات اور آپ کے جذبہ فداکاری کا ایک اعلی وارفع نمونہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اطاعت وجذبہ فدویت کے ذریعہ ایوان باطل میں صدائے توحید بلند کی تھی جس سے باطل لرزا براندام اور تمام نمرودی طاقتیں ناکام ونامراد ہوگئیں تھی۔

قربانی کی حقیقت:

حضرت ابراھیم علیہ السلام کوبیٹے کی قربانی کا جو خواب دکھایا گیا تھا وہ عینی تھا جس میں خواب واقعہ کے عین مطابق ہوتا ہے، یہ تمثیلی نہیں تھا جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے، امام خطابی "معالم السنن" میں فرماتے ہیں:

"وبعض الرؤيا مثل يضرب ليتاؤل على الوجه الذي يجب أن يصرف إليه معنى التعبير في مثله وبعض الرؤيا لا يحتاج إلى ذلك بل يأتي كالمشاهدة."

بعض خواب تمثیلی ہوتے ہیں جسکو اس مثالی صورت میں اس لیے بیان کیا جاتا ہے

کہ اس طریقہ پر اسکی تعبیر کی جائے جس طریقہ پر ایسے خواب کی تعبیر کی جاتی ہے اور بعض خواب اس کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ مشاہدہ بن کر سامنے آتے ہیں"، فتح الباری (۴۸۳/۱۳)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بغیر کسی تاویل کے اس خواب کو پورا کرنا چاہا لیکن اللہ تعالی نے ایسا کرنے سے روک دیا اور انکے حسن نیت کی قدر کرتے ہوئے فرمایا

﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۰) إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ (۰) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ﴾ [الصافات: ۱۰۵_۱۰۷] "تم نے خواب کو سچ کر دکھایا، یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں، بیشک یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا اور ہم نے ایک عظیم ذبیحہ کا فدیہ دے کر اس بچہ کو بچا لیا"۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت فرمایا تھا: ما هذه الأضاحي يا رسول الله؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: هي سنة أبيكم إبراهيم عليه الصلاة والسلام، یہ تمہارے باپ حضرت ابرہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے، تو صحابہ نے سوال کیا: فما لنا فيها يا رسول الله؟ پھر ہمیں اس سے کیا ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: بكل شعرة حسنة، ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی، قَالُوا: "فَالصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ، حَسَنَةٌ» اور اگر اون ہے تو اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی، سنن ابن ماجه (۳۱۲۷)، ومسند احمد (۵۵٦/٤)۔

قربانی کی تاریخ بہت قدیم ہے، تاریخ میں پہلی قربانی سیدناآدم علیہ السلام کےدو بیٹوں ہابیل اور قابیل نے پیش کی تھی۔ قابیل کی قربانی مسترد اور ہابیل کی بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔ جیساکہ قرآن کریم میں مذکورہے:﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ [المائدۃ: ۲۷] پھر مسلمان جو قربانی کرتے ہیں، یہ عمل حق تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے حضرت ابراہیم اور انکے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تاریخی قربانی کی یادگار ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا اور انہوں نے لخت جگر سے اس بابت مشورہ کیا تو فرمانبردار بیٹا فوراً ہی راہ حق میں قربان ہونے کو تیار ہو گیا۔ یہ دراصل ابراہیم علیہ السلام کا کڑا امتحان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سب سے عظیم الشان کارنامہ تسلیم ورضا ہے، یعنی جب قربانی کا حکم ہوا تو باپ بیٹے دونوں نے بے عذر گردنیں جھکادیں، یہ وصف مقبولِ بارگاہ ہوا اور پھر حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا یہی شعار مذہبی قرار پایا، اسی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیروانِ ملت کا نام مسلم رکھا۔

آج ہم قربانی تو ضرور دیتے ہیں، لیکن جذبہ فداکاری وجاں نثاری ہمارے اندر پیدا نہیں ہوتا، اُس ایمان وایقان سے ہم کنار نہیں ہوتے جو ان حضرات میں تھی، ہمارے جذبات دم نہیں توڑ دیتے،ہمارانفس امارہ نہیں مرجاتا،یا اس میں کسی قسم کاتغیر وتبدل

واقع نہیں ہوتا، ہماری من مانیاں، نفسانیاں، شیطانیاں ختم نہیں ہوتیں، ہماری من ما نیوں پر کوئی قدغن نہیں لگتا، مال ومتاع کی محبت میں کمی واقع نہیں ہوتی، ہمارے اندرمرغوبات ومحبوبات کو قربان کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا، ہمارے دل کے کیفیات میں نمایاں تبدیلی دیکھنے کو نہیں ملتی، اس لئے ہمیں یہ ضرور یا رکھنا چاہئے کہ اللہ عزوجل کے یہاں ہمارے ظاہری عمل نہیں پہنچتے ؛ بلکہ اس کے یہاں ہماری نیتوں کا خلوص، ہمارے دلی جذبات، ہماری پاکیزہ چاہتیں اور تمنائیں اور تقوی ہی پہنچتا ہے ۔

قربانی کا دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے اپنا سب کچھ خدا کے لیے قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ مقصد ہی نہ ہو یا کسی کوتاہی کی وجہ سے یہ حاصل نہ ہو سکے تو ہماری قربانی حق تعالیٰ کے نزدیک رائیگاں ہے۔ اس لئے کہ ”خدا کو نہ ان جانوروں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون۔ اسے تو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے“۔ (سورۃ الحج: ۳۷)۔ قرآن کریم کی سورۃ المائدۃ میں جہاں ہابیل اور قابیل کی قربانیوں کا ذکر ہے اس میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں کہ ”اللہ تعالی صرف متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے“۔

آج اس وقت ساری دنیا میں اسلام کوصفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے دشمنوں کی جانب سے تانے بانے بنے جارہے ہیں، سازشیں ترتیب دی جاری ہیں،طویل المدتی منصوبے بنائے جارہے ہیں، ایوان کفر وباطل میں نورِ الٰہی کو پھونکوں سے بجھانے کے لیے تگ ودوجاری ہے،ایسے میں یہ عیدقرباں ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہمیں دین کی حفاظت کی خاطر اپنے مال ومنال، نفس وجان کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار ہونا ہے، اس وقت مسلمانوں پر ساری دنیا میں عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے، ایسے نازک وپر خطر

حالات میں یہ عید قرباں ہمیں یہ پیغام دیتی ہے جس طرح ہم یکجا اور متحد ہو کر بارگاہ ایزدی میں سر نیاز خم کرتے ہیں اور حکم خداوندی کے سامنے جانوروں کی قربانی کا ہمارا سماں بھی ہمارے اتحاد واتفاق کا اعلی نمونہ پیش کرتا ہے، ہر شخص اس عید قرباں کے موقع سے رضاجوئی رب کے لئے جانوروں کی قربانی کے لئے بے چین وبے قرار نظر آتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہم کو احکام خداوندی کی بجا آوری میں اور دین پر آنے والی ہر آنچ کے لیے ایسے ہی کمر بستہ ہونا چاہیئے، اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظت دین محمدی کی خاطر ہماری جان اور ہمارے خون کا ایک قطرہ بھی کام آجائے تو اپنے لیے سعادت اور نیک بختی سمجھنا چاہیئے، اور ہر مثبت اور مفید طریقے سے، دلائل وبراہین اور اسلام کی حقانیت وصداقت اور اس کے پیغام کو عام کرنے کے لیے اپنے جان ومال اور وقت کی قربانی سے گریز در اصل یہ قربانی کی روح کے منافی اور مغائر ہے ۔

اللہ تعالی ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور قربانی کی حقیقت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔

عید قرباں اور قربانی

بقلم :- مولانا مولانا صفوان احمد جونپوری

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ کچھ ایام ایسے چاہتا ہے جس میں وہ اپنوں سے ملے ، بچھڑوں کو گلے لگائے،روٹھوں کو منائے اور خوشی کے ترانے اور گیت گائے اور اپنے قول و فعل ،رفتار وگفتار اور سکون و حرکت سے کوشی کا اظہار کرے۔اور دنیا کے ہر مذہب میں اس قسم کے جشن کے ایم آتے رہتے ہیں ۔مذہب اسلام چونکہ مذہب فطرت ہےاور انسانی نفسیات و عادات ہی نہیں بلکہ حضرت انسان کو ہی عدم سے وجود بخشنے اورنیست سے ہست کرنے والی ذات ہی مذہب اسلام کے قوانین و احکام کو نازل کرنے والی ہے۔چنانچہ اس ذات نے انسان کے دلوں میں پنہاں اس جذبہ کی رعایت کی ہے اور مذہب اسلام کو دو بہترین عیدیں عطا فرمائیں تاکہ وہ اس میں اپنے ارمانوں کو اور دلی آرزوؤں کو پورا کریں اور جشن منائیں ۔

عید کا آغاز:

جب نبی آخر الزماں ،خلاصۃ کائنات،شہنشاہ دو جہاں،بطحا کے مکیں کے قدم مبارک ہجرت کے بعد یثرب پر پڑے،جو بعد میں مدینۃ الرسول سے مشہور ہو گیا اور لوگ اس کے پہلے نام کو بھولے ہی نہیں بلکہ یہ نام تقریباً نسیا! منسیا ہوگیا۔تو آپ نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے دونوں کےاندر جشن منارہے ہیں اور مدینہ کے لوگ اس موقع پر بڑے شاداں اور فرحان ہیں اور مختلف طور طریقوں اور انداز سے اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ اسکی حقیقت کیا ہے؟ جواب ملا کہ

یہ وہ دو دن ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان ایام میں کھیلا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کے بدلے دو اور دن عنایت فرمائے ہیں جو ان سے بہتر ہیں اور وہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر ہیں۔

اس طریقے سے مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو دو عیدیں عطا کیں ،پورے سال میں صرف یہ دو دن عید کے طور پر عطا ہوئے ،اور یثرب کا نام بدل کر مدینۃ الرسول ہوگیا۔جو کہ مذہب اسلام کا دوسرا سب سے مقدس شہر ہے اور اسی میں مسجد نبوی بھی ہے جو دوسری مقدس ترین مسجد سمجھی جاتی ہے اور یہ سب کچھ فضیلت میرے آقا کے قدموں کی برکت ہے۔

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

قربانی کیا ہے ؟

صحابہ کرام نے نبی آخر الزماں محمد عربی علیہ السلام سے پوچھا کہ قربانی کیا ہے ؟یعنی قربانی کی حقیقت اور اسکی تاریخ کیا ہےآپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔اور اس عظیم واقعہ کی یادگار جو ایک جلیل القدر نبی اور انکے لائق و فائق فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان ہوا تھا۔

ابراہیم ع کا امتحان:

قدرت کا قانون رہا ہے کہ ہر بڑی اور اہم چیز کے حصول کے لئے قربانی دینی پڑتی ہے ،پیشانی کو پسینوں سے شرا بور کرنا پڑتاہے اور کچھ عزیز و لذیذ چیز سے محروم ہونا پڑتا ہے،یہی حال اللہ کی نگاہ میں بڑے ہونے کا بھی ہے ،اور اس کے لئے مشکلات بھرے دور اور حالات سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے تب کہیں جاکر بارگاہ ایزدی میں

قربت حاصل ہوتی ہے۔اسی روش کے مطابق ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جب بے مثال اور عدیم النظیر و فقید المثال قربانیاں پیش کیں تو اللہ نے محبوبیت و جالات شان عطا کیا اور نہ صرف یہ کہ انہیں اپنا دوست بنایا بلکہ ان کا لقب ہی خلیل اللہ ہو گیا۔

ابراہیم الیہ السلام نے جب آنکھیں کھولیں تو پوری قوم کو بت پرستی اور اصنام پرستی کے اتھاہ دلدل میں غرق پایا یہی نہیں نلکہ ان کے والد آزر بت پرست ہی نہیں بلکہ بت ساز اور بت فروش بھی تھے۔اور جلد ہی پوری قوم بشمول بادشاہ آپ کے خلاف ہوگئی اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے بتوں کو سر بسجود کردیا اور ان کو توڑ کر مٹی میں ملا دیا تو قوم نے اپنے معبودوں کی مدد کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کو ایک زبردست دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا تو قادر مطلق رب نے اپنی قدرت سے آگ کو گل و گلزار بنا دیا اور وہ آگ ان کا بال بیکا نہ کر سکی۔

پھر ابراہیم نے ہجرت کی اور اس کے بعد بڑھاپے کی معر میں جب ابراہیم ۸۰، سال سے متجاوز تھے اللہ نے انہیں حضرت ہاجرہ کے بطن سے ایک للڑکا اسماعیل کی شکل میں عطا کیا۔ظاہر ہے کہ پہلا بچہ وہ بھی اس عمر میں جبکہ انسان ۸۰، سال سے زیادہ ہوگیا ہو اس کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔اور باپ کے دل میں اس بچے کی محبت کا بس ایک اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے قلم اس کو مکمل طور سے بیان کرنے سے عاجز ہے۔

ابھی اسماعیل بالکل چھوٹے تھے کہ اللہ نے حکم دیا کہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ ایک بے آب و گیاہ سر زمین میں چھوڑ دو ،ابراہیم علیہ السلام

نے حکم کی تعمیل کی اوراپنی بیوی اور ننھے اسماعیل کو ایک بے آب و گیاہ سر زمین میں جہاں نہ آدم نہ آدم زاد ، چھوڑ دیا اور وہاں سے رخت سفر باندھ لیا اور جب بیوی بچے نگاہوں سے اوجھل ہوگئےتورقت آمیزدعا فرمائی جس کا نقشہ حفیظ جالندھری نے کچھ یوں کھینچا ہے۔۔۔۔

سحر کے وقت ابراہیم نے اٹھ کے دعا مانگی
سکون قلب مانگا خوئے تسلیم ورضا مانگی

کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچوں کو یہاں آباد کرتا ہوں

اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ و سامانی کو شان صد بہاراں دے

الٰہی نسل اسماعیل بڑھ کر ___ قوم ہوجائے
یہ قوم اک روز پابند صلٰوۃ و صوم ہوجائے

پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام ۱۳، سال کے ہوئے تو خواب میں حکم آیا کہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کردو۔یہ حکم حضرت جبرئیل کے واسطے سے نہیں بلکہ خواب میں آیا تھا ،ذبح بھی ایسے بیٹے کو کرنا تھا جو بڑھاپے کی حالت میں ہوا تھا اور جو بہت دعاؤں ،تمناؤں اور آرزوؤں کی دین تھا۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر لبیک کہا اور بیٹے سے پوچھا کہ تمہاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے ؟تو فرماں بردار بیٹے نے کہا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کو کر گزرئے،آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

وہ فیضان بنوت یاکہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائی کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

الغرض ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کو زمین پر لٹا دیا اور چھری ان کی گردن پر پھیر دیا مگر اللہ کو یہ ذبح منظور نہیں تھا اور اسماعیل کو بچا لیا۔لیکن ایسا واقعہ چشم فلک نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

یہ قربانی جو آج کے دن ہم کرتے ہیں یہ اسی عظمی قربانی کی یادگار ہے۔اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے صاحب استطاعت مسلمانوں پر اس دن قربانی کو واجب قرار دیا ۔

فضیلت قربانی:

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے رایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :ذی الحجہ کی ۱۰، تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں ،سینگوں اور کھروں کو لے کر آئیگا۔نیز یہ فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔لٰہذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔صحابہ کرام نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ قربانی کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔صحابہ نے پوچھا کہ ہمیں اسمیں کیا ملیگا؟ تو آپ نے کہا کہ ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ۔ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ کے دس سال کی زندگی میں آُ نے ہر سال قربانی کی ۔

قربانی نہ کرنے پر وعید:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ نہ کرے تو ایسا شخص ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ظاہر ہے کہ یہ وعید بہت سخت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

دور حاضر میں مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اور عقل کو ہر چیز کی کسوٹی سمجھنے والے بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے سے بہت گندگی ہوتی ہے اور اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں بلکہ اس سے بہتر ہے کہ اس رقم کو غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے اس سے لوگوں کی زندگی بہتر ہوگی ،غربت کا خاتمہ ہوگا اور فقیروں کا بھال ہوجائے گا ۔مگر ان حضرات کی خدمت میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت میں عقل کا دخل نہیں ۔جہاں سے عقل کا دائرہ ختم ہوجاتا ہے وہیں سے وحی کا دائرہ شروع ہوتا ہے ۔حضرت علی کا ارشاد ہے کہ اگر دین کا مدار عقل پر ہوتا تو موزے پر مسح اوپر کے بجائے نیچے ہوتا ۔علامہ اقبال شاعر مشرق نے فرمایا اور بجا فرمایا ہے :

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عید کے دن قربانی کاجانور(خریدنے) کےلئے پیسے خرچ کرنا اللہ کے یہاں اورچیزوں میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔مزید برآں قربانی کامقصدخون بہانا ہے اور یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی۔نبی آخر الزماں کے دور میں صحابہ کی غربت دور حاضر سے کہیں

زیادہ مگر ایک بھی روایت میں سند سے ہو یا بلا سند یہ بات نہیں ملتی کہ آپ نے ذبح کے بجائے غریبوں میں پیسے تقسیم کئے ہوں ۔

قربانی کا سبق:

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے لخت جگر کی قربانی کر کے رب ذوالجلال کے حکم کی تعمیل کی ،اسی طرح ہم یہ اقرار کرلیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے،ہم اس کے حکم کے سامنے نہ اپنے دل کی پیروی کریں اور نہ ہی کسی دوسرے کی خواہش کی پرواہ کریں ،نیز ہم احکام خدا وندی کو بے چوں و چرا اور بغیر کسی شک و ارتیاب کے قبول کر لیں اور انسان کی یہ حثیت ہے بھی نہیں کہ وہ احکام خدا وندی پر کوئی سوال اٹھائے یا عقل کی کسوٹی پر اسے پر کھنے کی کوشش کرے۔

رضائے حق پہ راضی رہ ،یہ حرف آرزو کیا
خدا خالق خدا مالک____ یہ حرف آرزو کیا

ہم جس طرح جانور کی قربانی کرتے ہیں اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کی کو بھی قربان کریں تاکہ اختلاف و انتشار ،بغض و حسد،کبر و غرور،عناد و دشمنی،مکر و چالبازی، حق تلفی وجاہ طلبی کےذریعہ انسانیت کی تباہی کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ عظمت و بلندی اور تقرب الٰہی کا جو معیار اورکسوٹی رب ذوالجلال نے عطا کیا اسے ہم اپنی زندگی اور اپنی رگ و پے میں بسا لیں ،ذات پات،رنگ و نسل،دولت و غربت،عربی و عجمی، ملکی و غیر ملکی جیسے سارے امتیازات مٹا کر اخوت ومساوات ،پیار و محبت ، امن و سلامتی، عفو در گزر اور ایک خدائے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت و بندگی کی فضا قائم کریں۔

اس عید کے منانے کے مقاصد میں یہ بھی شامل ہونا چاہئے کہ ہمارے اندر قربانی کی وہی روح،اسلام و ایمان کی وہی کیفیت اور خدا کے ساتھ محبت و وفاداری کی وہی شان ہیدا ہوجائے جس کا مظاہرہ سیدنا ابراہیم نے اپنی پوری حیات طیبہ میں کیا تھا۔ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں قربانی کے جانور کا نہ گوشت پہونچتا ہے نہ خون بلکہ اس کے پاس تقویٰ پہونچتا ہے ۔وہاں یہ مطلوب ہے کہ جو انسان کلمہ طیبہ پر ایمان لائے تو وہ مکمل طور پر بندہ حق بن کر رہے،ذاتی دلچسپی،ذاتی مفاد،لالچ،خوف،نقصان غرضیکہ کسی قسم کی اندرونی ہے کہ اس کے بعد پھر زندگی کے ایام پلٹیں گے مشکلات آسنیوں میں تبدیل ہوں گی،پژمردگی دور ہوگی اور ایک نئ صبح روشن ہوگی جو خوفناک اور مہیب تاریکی کا پردہ چاک کرے گی اور اپنے اجالے اور تابناکی سے پوری دنیا کو منور کردے گی ۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حج کے فضائل

مسائل و احکام

حج: ایک عاشقانہ سفر

بقلم :- مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

حج کی فرضیت:

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہےجن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ حج کی فرضیت قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت سے ایسے ہی ثابت ہے جیسا کہ نماز، روزہ اور زکاۃ کی فرضیت ثابت ہے؛ اس لیے جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ" (سورہ آل عمران، آیت: 97)

ترجمہ : "اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے، یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو؛ تو اللہ تعالی تمام جہاں والوں سے غنی ہیں۔" یہ آیت کریمہ حج کی فرضیت کے حوالے سے نصّ قطعی ہے۔

رسول اللہ-صلی اللہ علیہ وسلم- نے ان پانچوں ارکان کو ایک حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے۔ "بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ."
(بخاری شریف، حدیث نمبر: 8)

ترجمہ: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں اور محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

ایک عاشقانہ سفر:

انسانی طبیعت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل و عیال، دوست و رشتہ داراور مال و دولت سے انسیت ومحبت رکھے اور ان کے قریب رہے۔ جب آدمی حج کے لیے جاتا ہے؛ تو اسے اپنے وطن اور بیوی و بچے اور رشتے دار و اقارب کو چھوڑ کر اور مال و دولت خرچ کرکے جانا پڑتا ہے۔ یہ سب اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کاحکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے،انسان کوکعبہ مشرفہ کےحج وزیارت پر ابھارا، مہبط وحی و رسالت کی دیدار کا شوق بھی دلایاہے اورسب سے بڑھ کر شریعت نےحج کا اتنا اجر و ثواب متعین فرمایا ہے کہ سفرحج ایک عاشقانہ سفربن جاتاہے۔ ذیل کے طور میں، حج کے اجر و ثواب احادیث شریفہ کی روشنی میں، ملاحظہ فرمائے!

حج انتہائی نیک عمل ہے:

حضرت ابو ہریرہ -رضی اللہ تعالی عنہ- بیان کرتے ہیں: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَبْرُورٌ."

(بخاری شریف، حدیث نمبر: 1519)

ترجمہ: (ایک بار)نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سے اعمال اچھے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اسکے رسول پر

ایمان لانا ۔" پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا : "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" پوچھا گیاپھر کون ؟ ارشاد فرمایا: " حج مبرور۔"

حج مبرور کیا ہے؟

- وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہو۔
- وہ حج جو اللہ کے یہاں مقبول ہو۔
- وہ حج جس میں کوئی ریااورشہرت مقصود نہ ہو اورجس میں کوئی فسق وفجور نہ ہو۔
- وہ حج جس سے لوٹنے کے بعدگناہ کی تکرار نہ ہو اور نیکی کا رجحان بڑھ جائے ۔
- وہ حج جس کے بعد آدمی دنیا سے بے رغبت ہوجائے اور آخرت کے سلسلہ میں دل چسپی دکھا ئے ۔

حج مبرور کی فضیلت:

ابو ہریرہ -رضی اللہ عنہ - بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ –صلی اللہ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا : "الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ."[بخاری شریف،حدیث:1773، مسلم شریف،حدیث:437 -(1349)]

ترجمہ: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان(گناہوں)کا کفارہ ہے،جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔"

حج پچھلے سارے گناہوں کو مٹادیتا ہے:

ابن شماسہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص –رضی اللہ عنہ- کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب کہ وہ قریب المرگ تھے۔ وہ کافی دیر تک روئے، پھر انھوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے چند سوالات کیے۔ پھر

انھوں نے (اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی سناتے ہوئے) فرمایا: جب اللہ نے میرے قلب کو نورِایمان سے منور کرنا چاہا؛ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوا اورعرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا دست (مبارک) پھیلائے، تاکہ میں بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔ پھرمیں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا: میری ایک شرط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا: میری مغفرت کردی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟" [مسلم شریف، حدیث: 192 - (121)]

ترجمہ: "کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اسلام (قبول کرنا) پہلے (کے تمام گناہوں) کو مٹا دیتا ہے؟ ہجرت گزشتہ گناہوں کو مٹادیتی ہے اور حج پہلے(کے کیے ہوئے گناہوں) کو مٹا دیتا ہے ۔"

حضرت ابو ہریرہ -رضی اللہ عنہ - فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ." (بخاری شریف، حدیث نمبر: 1521)

ترجمہ: "جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس نے (اس دوران) فحش کلامی یا جماع اور گناہ نہیں کیا ؛ تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہوکر اپنے گھراس طرح) لوٹا، جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔"

"رفث" کا معنی جماع، ہم بستری اور جو کچھ بھی شوہرو بیوی کے رمیان حالت جماع

میں ہوتا ہے، جیسے بوس وکنار وغیرہ کے ہیں۔ ابو عبیدہ نے فرمایا: "رفث" کا مطلب "فحش کلامی" ہے۔ پھر کنایۃ جماع اور متعلقات جماع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔
(الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ 22/275)

مسئلہ: حالت احرام میں جماع کرنا فقہاء کرام کے نزدیک اتفاقی طور پر حرام ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔"
(سورہ بقرہ، آیت: 197)

ترجمہ: " سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے، تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے۔"

مسئلہ: اگر کسی نے حالت احرام میں عمدا (جان بوجھ کر) جماع کیا ہو؛ تو اس کا حج فاسد ہوجائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا۔ اگر کسی نے حالت نسیان (بھول) میں جماع کیا ہو؛ تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں بھی حج فاسد ہوجائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا؛ لیکن شافعیہ کے نزدیک حج فاسد نہیں ہوگا؛ بل کہ صرف کفارہ لازم ہوگا۔ (الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ 22/276-277)

" فِسْق" سے مراد معاصی و گناہ ہے۔ "کَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کسی گناہ کے بغیر، اس کا ظاہری مطلب صغائر و کبائر (چھوٹے اور بڑے): سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے۔"
(فتح الباری 3/382-383)

بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سےروایت ہیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ" (السنن الکبری للنسائی، حدیث: 3592، مسند احمد، حدیث: 9459، السنن الکبری للبیھقی، حدیث: 8759)

ترجمہ : "بڑی عمر والے، کمزور شخص اور عورت کا جہاد : حج اور عمرہ ہے ۔"

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلاَ نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: "لَكِنَّ أَحْسَنَ الجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ." فَقَالَتْ عَائِشَةُ "فَلاَ أَدَعُ الحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

(بخاری شریف، حدیث: 1861)

ترجمہ : میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم-! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اورغزوہ میں شریک نہ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن سب سے بہتر اور اچھا جہاد حج حج مبرورہے۔" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ" جب سے میں نے رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- سے یہ سنا ہے؛ تو اس کے بعد سے میں حج نہیں چھوڑتی ہوں ۔"

حج افضل جہاد ہے:

ام المومنین عائشہ -رضی اللہ عنہا- نقل کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَرَى الجِهَادَ أَفْضَلَ العَمَلِ، أَفَلاَ نُجَاهِدُ؟ قَالَ: "لاَ، لَكِنَّ أَفْضَلَ الجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ." (بخاری شریف،حدیث: 1520، السنن الکبری للبیھقی،حدیث: 17805)

ترجمہ : اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں ، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "نہیں، لیکن بہترین جہاد حج مبرور ہے۔"

فقرا ور گناہ کو مٹانے والے اعمال:

حضرت ابن عباس –رضی اللہ عنہما- سے روایت ہے کہ نبی کریم –صلی اللہ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا : "أَدِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ." (المعجم الاوسط، حدیث: 3814)

ترجمہ : "حج اور عمرہ پر دوام برتو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اورگناہوں کو ختم کرتے ہیں ، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کردیتی ہے۔"

ایک دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ –صلی اللہ علیہ وسلم-نے ارشاد فرمایا:

"تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ المَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الجَنَّةُ" (ترمذی شریف، حدیث نمبر: 810)

ترجمہ: "حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا ، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کردیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔"

برائے حج خرچ کرنے کی فضیلت:

ابوزہیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: النَّفَقَةُ فِي الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ. (مسند احمد، حدیث: 23000، شعب الایمان، حدیث: 3829)

ترجمہ : "حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح، (جس کا ثواب) سات سو گنا تک ہے "۔

حاجیوں کی دعائیں:

ابن عمر۔رضی اللہ عنہما۔فرماتے ہیں: "الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ تَعَالَى يُعْطِيهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ، وَيَسْتَجِيبُ دُعَاءَهُمْ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ، وَيُضَاعِفُ لَهُمْ أَلْفَ أَلْفَ ضِعْفٍ." (اخبار مکۃ للفاکہی، حدیث: 902)

ترجمہ : "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں، اللہ تعالی ان کی مانگ ان کو عطا فرماتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی شفارش قبول کرتے ہیں اور ان کے لیے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللَّهِ، دَعَاهُمْ، فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ." (ابن ماجہ، حدیث: 2893)

ترجمہ : اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ نے انھیں بلایا؛ لہذا انھوں نے اس پر لبیک کہا اور انھوں نے اللہ تعالی سے مانگا ہے؛ تو اللہ نے ان کو نوازا ہے۔"

حج کرنے میں جلدی کیجیے:

ابن عباس رضی اللہ عنہماروایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ يَعْنِي: الْفَرِيضَةَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ."

(مسند احمد، حدیث: 2867)

ترجمہ : "حج –یعنی فرض حج– میں جلدی کرو ؛ کیوں کہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے والا ہے۔"

حج نہ کرنے پر وعید:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہاکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: "وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا". [آل عمران: 97] (ترمذی شریف، حدیث نمبر: 812)

ترجمہ: "جو شخص اتنے توشہ اور سواری کا مالک ہو جائے، جو اسے بیت اللہ تک پہنچادے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے ؛ تو اس کے لیے کوئی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی ، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا، اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی۔"

حضرت عمربن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رِجَالًا إِلَى هَذِهِ الْأَمْصَارِ، فَلْيَنْظُرُوا إِلَى كُلِّ رَجُلٍ ذِي جِدَةٍ لَمْ يَحُجَّ، فَيَضْرِبُوا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ." (السنة لابی بکر بن الخلال 5/44)

ترجمہ: "میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کوان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنھوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان

لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں؛(کیوں کہ) وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔"

حرف آخر:

حج کےاجر و ثواب جو احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھےگئے ہیں، وہ کسی بھی مسلمان کو حج و عمرہ کا شوق دلانے کے لیے کافی ہیں۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالی نے مال و دولت سے نوازا ہے، ان کو چاہیے کہ خود کو حج و عمرہ کے عظیم ثواب سے محروم نہ کریں؛ کیوں کہ ہم ہمہ دم نیکیوں کے حصول اور گناہوں و سیئات سے مغفرت کے سخت محتاج ہیں ۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ہماری زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ کاغذ کی ایک ناؤ ہے، جہاں تک پہنچ جائے یہ ایک غنیمت ہے۔ آپ کی یہ ڈھیڑ دن کی زندگی چلی گئی؛ تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گی۔ پھر حج کرنے میں کیوں تاخیر!

* مون ریز ٹرسٹ اسکول، زامبیا، افریقہ

سفر حج اور سفر آخرت کا باہم ربط

بقلم :- مفتی اظفر زبیر اعظمی قاسمی ازہری

ہر مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حج بیت اللہ کا سفر کرے، کعبۃ اللہ کا دیدار کرے، طواف کرے، صفا ومروہ کی سعی کرے، میدان عرفات میں اپنا کچھ وقت گزارے،دلوں کی دھڑکن مدینہ منورہ جائے،سنہری جالی پےسلام عقیدت پیش کرے، مسجد نبوی میں نماز پڑھ کر اپنی عاقبت سنوارے، اور یہ سب صرف اور صرف فضل خداوندی ہے جسے نصیب ہوجائے وہ اپنی خوبیٔ قسمت پر ناز کرے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.

حج کا انعام بھی بہت بڑا ہے ، اسلام کا اہم ترین رکن ہے ، حج کرنے والوں کا گناہ ایسے ختم ہوجاتا ہے گویا وہ آج ہی پیدا ہوئے ہوں ، اور بھی بہت سے فضائل قرآن و احادیث میں بیان کیے گئے ہیں.

اس عبادت کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں مالی، جسمانی ہردو عبادتیں شامل ہیں اسی کے ساتھ ساتھ اس عبادت کے عظیم مقاصد ہیں جنہیں جاننا بہت ضروری ہے تاکہ عبادت میں لطف آئے

سفر حج اور سفر آخرت میں ایک عجیب ربط بھی ہے

جیسے دنیا سے جانے والا اپنا مال، اپنی اولاد،اپنا گھربار، اپنا کاروبار،اپنے دوست و اقارب، سب کچھ چھوڑ کے چلا جاتا ہے اسیطرح سفر حج پر بھی جانے والا اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے رب کے گھر کا ارادہ کرتا ہے اور یہ سفر حج اس کے سفر آخرت کی

ایک تیاری ہے اور عازم حج کو یہی سوچنا چاہیے تاکہ اسے خشیت الہی حاصل ہو، اور وہ اپنے ارکان حج کی ادائیگی میں مخلص ہوجائے تاکہ وہ جب وہاں سے لوٹے تو اس کا حج حج مبرور ہو اور وہ ان تمام فضیلتوں کو پاسکے جس کا بیان قرآن و حدیث میں کیا گیا ہے۔

سفر حج پر جانے کے لیے " احرام" باندھا جاتا ہے، جو کہ بنا سلے ہوئے دو سفید کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس کا مقصد بھی آخرت کی یاد دہانی ہے اور اس کپڑے کی مشابہت کفن سے ہے جیسے کفن سفید ہوتا ہے اور بنا سلا ہوتا ہے ایسے ہی احرام کا کپڑا بھی سفید اور بنا سلا ہوا ہوتا ہے انسان خواہ کتنا ہی امیر ہو خواہ کتنا ہی غریب ہو اسکو یہی دو کپڑے پہننے ہیں تاکہ عازم حج غور کرے کہ ہم چاہے جتنا دنیا کمالیں بلاخر مجھے اپنے سفر آخرت پر ایسے ہی سفید بنا سلے کپڑے میں رخصت ہونا ہے۔

اور احرام کا کپڑا ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ اللہ تعالی کے سامنے سب انسان برابر ہیں ، امیر، غریب، عربی، عجمی ، کالا، گورا، دیہاتی، شہری، جوان، بوڑھا، بادشاہ، غلام، وزیر، سپاہی، سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ۔

اسی باہمی ربط کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالی نے سورہ حج کی ابتدا جس آیت سے کی ہے وہ آخرت کی یاد دہانی کراتی ہے،

یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیء عظیم۔

عازم حج سفر حج کو سفر آخرت سے جوڑ کر دیکھے تو اس کا سفر حج یقینا کامیاب ہوگا اور وہ ایسے لوٹے گا جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہے جس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہے ۔

اللہ تعالی ہم سب کو حج مبرور کی توفیق نصیب فرمائے آمین

قربانی کے فضائل و مسائل

قربانی کی حقیقت

بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

ماہ ذی الحجہ کی آمد آمد ہے، ذی الحجہ ہجری سال کے اعتبار سے سال کا بارہواں (آخری) مہینہ ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالی کی طرف سے دو احکام متعین کئے گئے ہیں۔ نمبر ایک فریضہ حج کی ادائیگی اور نمبر دو قربانی۔
حلال جانور کو بہ نیتِ تقرب مخصوص ایام میں ذبح کرنے کو قربانی کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، اسی کو بیان کرنے کی ایک مختصر سی کوشش کی گئی ہے۔

قربانی کی حقیقت قرآنِ کریم کی روشنی میں

قرآنِ کریم میں تقریباً نصف درجن آیاتِ مبارکہ میں قربانی کی حقیقت، حکمت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سورۃ حج میں ارشاد باری تعالی ہے:

(1) ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ () لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾ [الحج: ٣٦، ٣٧].

ترجمہ: ”اور ہم نے تمہارے لیے قربانی کے اُونٹوں کو عبادتِ اِلٰہی کی نشانی اور یادگار مقرر کیا ہے، ان میں تمہارے لیے اور بھی فائدے ہیں، سو تم اُن کو نحر کرتے وقت قطار میں کھڑا کرکے اُن پر اللہ کا نام لیا کرو اور پھر جب وہ اپنے پہلو پر گر پڑیں تو اُن کے گوشت میں سے تم خود بھی کھانا چاہو تو کھاؤ اور فقیر کو بھی کھلاؤ، خواہ وہ صبر سے بیٹھنے والا ہو یا سوال کرتا پھرتا ہو، جس طرح ہم نے اِن جانوروں کی قربانی کا حال بیان کیا، اِسی طرح اُن کو تمہارا تابع دار بنایا؛ تاکہ تم شکر بجا لاؤ! اللہ تعالیٰ کے پاس ان قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا؛ بلکہ اس کے پاس تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے ، اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے لیے اِس طرح مسخر کردِیا ہے؛ تاکہ تم اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو قربانی کی صحیح راہ بتائی، اور اے پیغمبر! مخلصین کو خوش خبری سنا دیجیے“۔

سورۃ حج ہی میں دوسرے مقام پر اسے شعائر اللہ میں سے قرار دیتے ہوئے اس کی عظمت بتائی گئی اور قربانی کی تعظیم کو دل میں پائے جانے والے تقویٰ خداوندی کا مظہر قرار دِیا ہے۔

(2) ﴿ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج: ۳۲]

ترجمہ: ”اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور یادگاروں کا پورا احترام قائم رکھے تو ان شعائر کا یہ احترام دلوں کی پرہیزگاری سے ہوا کرتا ہے“۔

حلال جانور کو بہ نیتِ تقرب ذبح کرنے کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل وقابیل کی قربانی سے ہی شروع ہوجاتی ہے، یہ سب سے پہلی قربانی تھی، حق تعالیٰ جلَّ شانُہ کا اِرشاد ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا

قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ أَحَدِهِمَا وَلَمۡ يُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡآخَرِ قَالَ لَأَقۡتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الۡمُتَّقِينَ﴾ [المائدۃ: ۲۷].

ترجمہ: ”اور آپ اہلِ کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجیے، جب ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے لیے کچھ نیاز پیش کی تو ان میں سے ایک کی نیاز مقبول ہوگئی، اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی“۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رَضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہابیل نے مینڈھے کی قربانی کی اور قابیل نے کھیت کی پیداوار میں سے کچھ غلہ صدقہ کرکے قربانی پیش کی، اُس زمانے کے دستور کے موافق آسمانی آگ نازل ہوئی اور ہابیل کے مینڈھے کو کھا لیا، قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ تفسیر ابن کثیر (۸٤/۳)۔

اِس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا عبادت ہونا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور اس کی حقیقت تقریباً ہر ملت میں رہی؛ البتہ اس کی خاص شان اور پہچان حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ سے ہوئی، اور اسی کی یادگار کے طور پر اُمتِ محمدیہ پر قربانی کو واجب قرار دیا گیا۔

اسی وجہ سے قربانی کے متعلق حضرات صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، جیسا کہ ابن ماجہ اور مسند احمد کی روایت میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: عَنۡ زَيۡدِ بۡنِ أَرۡقَمَ، قَالَ: قَالَ أَصۡحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الۡأَضَاحِيُّ؟ قَالَ: «سُنَّةُ أَبِيكُمۡ إِبۡرَاهِيمَ» قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ

اللّٰہِ؟ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ، حَسَنَةٌ» قَالُوا: "فَالصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ، حَسَنَةٌ» سنن ابن ماجہ (۳۱۲۷) مسند احمد (۳٦۸/٤)۔ اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابرہیم علیہ السلام کی سنت (یادگار) ہے، تو صحابہ نے عرض کیا: تو اس میں ہمیں کیا ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی، تو صحابہ نے عرض کیا: جس جانور میں بال نہ ہو؛ بلکہ اُون ہو، تو آپ نے فرمایا: اُون کے ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نےاپنا خلیل بنایا تھا، اور ان کی زندگی تسلیم ورضا سے عبارت تھی، اللہ رب العزت کی جانب سے ان کا بار بار امتحان لیا گیا مگر انہوں نے ان تمام امتحان کو بحسن وخوبی انجام دیا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: {وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ} [البقرۃ: ۱۲٤]

آج ہم مسلمان جو قربانی کرتے ہیں، یہ عمل حق تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تاریخی قربانی کی یادگار ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا اور انہوں نے لخت جگر سے اس بابت مشورہ کیا تو فرمانبردار بیٹا فوراً ہی راہ حق میں قربان ہونے کو تیار ہو گیا۔ یہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کڑا امتحان تھا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سب سے عظیم الشان کارنامہ تسلیم ورضا ہے، یعنی جب قربانی کا حکم ہوا تو باپ بیٹے دونوں نے بے عذر

گردنیں جھکادیں، یہ وصف مقبول بارگاہ ہوا اور پھر حضرت ابراھیم اور اسماعیل علیہما السلام کا یہی شعار مذہبی قرار پایا، اسی بنا پر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے پیروانِ ملت کا نام مسلم رکھا۔

سابق انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں قربانی کا تسلسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک پہنچتا ہے، جس کا طریقہ یہ تھا کہ قربانی ذبح کی جاتی اور وقت کے نبی علیہ السلام دُعا مانگتے اور آسمان سے خاص کیفیت کی آگ اُترتی اور اُسے کھا جاتی جسے قبولیت کی علامت سمجھا جاتا تھا، قرآنِ کریم میں ہے:

(3) ﴿الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ﴾ [آل عمران: ۱۸۳]

ترجمہ: ”یہ لوگ ایسے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ نے ھمیں حکم دے رکھا ہے کہ ہم کسی رسول کی اُس وقت تک تصدیق نہ کریں؛ جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے کہ اُس کو آگ کھا جائے“۔

ہر قوم میں نسک اور قربانی رکھی گئی، جس کا بنیادی مقصد خالق کائنات کی یاد، اس کے احکام کی بجا آوری اس جذبے کے ساتھ کہ یہ سب کچھ اللہ کی عطا اور دین ہے، یہاں بھی انسان کی قلبی کیفیت کا ایسا انقلاب مقصود ہے کہ وہ مال ومتاع کو اپنا نہ سمجھے؛ بلکہ دل وجان سے اس عقیدے کی مشق کرے کہ حق تعالیٰ ہی اس کا حقیقی مالک ہے، گویا قربانی کا عمل فتنۂ مال سے حفاظت کا درس دیتا ہے۔

(4) { وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ

الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ٣٤]

ترجمہ: ”اور ہم نے ہر اُمت کے لیے اس غرض سے قربانی کرنا مقرر کیا تھا کہ وہ ان چوپایوں کی قسم کے مخصوص جانوروں کو قربان کرتے وقت اللہ کا نام لیا کریں، جو اللہ نے ان کو عطا کیے تھے“۔

لیکن قربانی دراصل اس جذبے کا نام ہے جو انسان کو راہِ خدا میں اپنے مال ومنال کو اس کی مرضی اور حکم کے مطابق قربان کردینے کا نام ہے، اگر یہ جذبہ ہمارے اندر پیدا ہو رہا ہے تب تو ہم قربانی کرنے میں کامیاب ہیں؛ ورنہ محض جانور کا خون بہا دینا اس کو قربانی کی روح نہیں کہا جا سکتا، اور ہر عمل کی قبولیت کے لیے اخلاص کا ہونا شرط ہے، اس لیے قربانی جیسے عمل میں بھی اخلاص کا پایا جانا ضروری ہے، خود اللہ رب العزت نے اس کا اعلان فرمادیا ہے: ﴿لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [الحج: ٣٧].

قربانی کے اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز سے نماز کے تتمے کے طور پر یوں ذکر فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ علامہ ابن کثیر اِس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

”قال ابن عباس وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها، وكذا قال قتادة ومحمد بن كعب القرظي، والضحاك والربيع وعطاء الخراساني والحكم وإسماعيل بن أبي خالد وغير واحد من السلف“۔

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عطاء، مجاہد، عکرمہ رحمہم اللہ سمیت متعدد

مفسرین فرماتے ہیں کہ ''وانحر'' سے اُونٹ کا ''نحر'' ہی مطلوب ہے جو قربانی کے لیے جانے والے جانور میں سے بڑا جانور ہے''۔

اِس سے فقہاء نے مسئلہ بھی اخذ فرمایا ہے کہ عید الاضحی پڑھنے والے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ نماز عید پہلے ادا کرلیں، اس کے بعد قربانی کریں، جن لوگوں پر عید کی نماز فرض ہے، اگر اُنھوں نے عید سے پہلے قربانی کردی تو اُن کی قربانی نہیں ہوگی۔ (یہ ایک مسئلہ ہے کہ قربانی کا جانور جہاں پر ہے اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا، اگر وہاں عید کی نماز نہیں ہوتی تو طلوع فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے)۔

قربانی احادِیث مبارکہ کی روشنی میں

قربانی کا ذکر جس طرح قرآن کریم میں وارد ہے اسی طرح احادیث شریفہ میں اس کی فضیلت اور تاکید آئی ہے اور قربانی نہ کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور ہر سال قربانی کرتے تھے، ترمذی شریف کی روایت ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. [۱۵۰۷].

ایک دوسری روایت میں ہے جو سنن میں مذکور ہے: عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: كُنَّا وُقُوفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَرَفَةَ. فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً....". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: ۱۵۱۸، وَأَبُو دَاوُدَ: ۲۷۸۸، وَالنَّسَائِيُّ: ٤٢٢٤، وَابْنُ مَاجَهْ: ۳۱۲۵).

امام ترمذی ابو داود اور نسائی نے مخنف بن زید سے روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفہ میں وقوف کئے ہوئے تھے تو آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال قربانی (واجب) ہے۔ فقہاء نے قربانی کے وجوب کے لیے جو شرائط ہیں اس کو تفصیل سے بیان کردیا ہے، کتب فقہیہ میں تمام مسائل موجود ہیں۔

ترمذی شریف کی روایت ھے: عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا. سنن الترمذي (١٤٩٣).

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "ابن آدم (انسان) نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور قیامت کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالٰی کے یہاں قبول ہوجاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دلوں کو خوش کرو"۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِفَاطِمَةَ رضي الله عنها: «قَوْمِي إِلَى أُضْحِيَّتِكَ فَاشْهَدِيهَا فَإِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا

يُغْفَرُ لَكِ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوبُكَ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ خَاصَّةً أَوْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً؟ قَالَ: «بَلْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً»

المستدرك على الصحيحين للحاكم (٢٤٧/٤).

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: "اے فاطمہ! اُٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو (یعنی اپنی قربانی کے ذبح ہوتے وقت قریب موجود رہو) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا! اللہ کے رسول! یہ فضیلت ہم اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام مسلمانوں کے لیے بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے لیے بھی ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی"۔

جو شخص وسعت کے باوجود(یعنی صاحب نصاب ہو اور قربانی کرنے سے کوئی شرعی مانع نہ ہو) قربانی نہ کرے تو ایسے شخص کے سلسلے میں بہت سخت وعید آئی ہے، مستدرک حاکم کی روایت ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا»

المستدرك على الصحيحين للحاكم (٤٢٢/٢).

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قربانی کرنے کی وسعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کیا تو ایسا شخص ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

قربانی کی اصل حکمت و فلسفہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والسر في الهدي التشبة بفعل سيدنا إبراهيم عليه السلام فيما قصد من ذبح ولده فى ذلك المكان طاعةً لربه، وتوجهاً إليه، والتذكر لنعمة الله به وبأبيهم إسماعيل عليه السلام، وفعل مثل هذا الفعل فى هذا الوقت والزمان ينبه والنفس أيّ تنبه. وإنما وجب على المتمتع والقارن شكراً لنعمة الله حيث وضع عنهم أمر الجاهلية فى تلك المسئلة.

حجة الله البالغة: (٩٤/٢).

ترجمہ: (حج کے موقع پر) ہدی میں حکمت یہ ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت ہے، اُنھوں نے اپنے رب کے حکم بجا آوری اور اس کی طرف توجہ کی نیت سے اس جگہ اپنے بیٹے حضرت اِسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر جو انعامات کیے ہیں، اُن کی یاد دہانی ہوتی ہے، اور حج تمتع و قران کرنے والے پر یہ ہدی واجب ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا ہو کہ اس نے معاملے میں جاہلیت کے وبال کو دور کردیا۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں قربانی کی حقیقت معلوم ہوئی، اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو یوں کہا جاسکتا ہے:

قربانی سنت ابراہیمی کی یادگارہے،اسیطرح قربانی کی ایک صورت ہےاورایک رُوح ہے

صورت تو جانور کا ذبح کرنا ہے، اور اس کی حقیقت ایثارِ نفس کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور تقرب الی اللہ ہے۔

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا؛ مگر خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھئے، ان کو یہ گوارا نہ ہوا؛ اس لیے حکم دیا کہ تم جانور کو ذبح کرو ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کردیا۔

اللہ تعالی ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔

قربانی دیگر مذاہب میں

بقلم :- مفتی محمد شاکر نثار مدنی

تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خالق ارض وسماوات نے انسان کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور اپنی خلافت کا منصبِ عالی دے کر حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اتارا ،اور ان کے بعد انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے وقفہ بہ وقفہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، لیکن انسانیت کا ایک معتدبہ طبقہ رہ رہ کر راہ راست سے بھٹک کر للہ کے دین سے رو گردانی کرتا رہا، اور اپنی من چاہی زندگی گذارنے کے لئے مختلف مذاہب وادیان کو جنم دیتا رہا ، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جو بھی طبقہ خدائی قانون کا باغی رہا وہ اپنی فطرت کی وجہ سے بڑی بڑی چیزوں مثلاً بجلی کی چمک، اس کی کڑک ، چاند وسورج کی دمک ، دریاؤں کی لہر، زلزلے اور طوفان وغیرہ سے ڈرتا رہا اور انہیں بذات خود نافع وضار سمجھ کر معبود کا درجہ دے بیٹھا، لیکن ہر مذہب وملت میں خالق ومالک کا تصور ہمیشہ سے رہا ہے، خواہ نام کچھ بھی ہو، اور اپنے خالق ومالک کو خوش کرنے کے بہت سے طریقے رائج رہے ، جن میں سے کچھ طریقوں میں ہمیشہ یکسانیت رہی ہے، قربانی بھی انہیں اعمال میں سے ایک ہے جو ہر مذہب وملت کے ماننے والوں میں کسی نہ کسی نام اور طریقے سے ہمیشہ رائج رہی، بت پرست قوموں میں قربانی کو بھینٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، دیوی دیوتاؤں کے استھان پر ان کے نام سے بَلی دان دیا جاتا ہے، اور یہ بَلی دان اور چڑھاوا غلے، جانور اور بسا اوقات انسان کی شکل میں پیش کیا

جاتا ہے، قدیم مصری لوگ نہر نیل کو خوش رکھنے کے لئے انسان کی بھینٹ دیا کر
تے تھے تاکہ وہ جاری رہے اور غصہ میں آکر انہیں اپنے سیلاب کی زد میں نہ لے
لے، یا بالکل خشک نہ ہوجائے جس کی وجہ سے ان کی کھیتی وغیرہ کا نقصان ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کا حکم کسی نہ کسی صورت میں ہر پچھلی شریعت میں
موجود رہا ہے، یہ شریعت اسلامی کا کوئی نیا اور انوکھا قانون نہیں، اہل کتاب کے
مذہب میں تو قربانی مذہب کا اہم رکن ہے۔

قربانی درحقیقت خدا کی بارگاہِ عظمت میں بندوں کے جذبۂ عبودیت کے اظہار کا
ایک مقدس طریقہ ہے اور چونکہ بندہ قربانی کے ذریعہ اپنے مال کا نذرانہ پیش کرکے
خداوند قدوس کے تقرب کی خاص بلند منزل پر فائز ہوتا ہے اس لئے اس عبادت
کو قربانی کے مقدس لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔

قربانی کی اہمیت کے پیشِ نظر جتنی بھی آسمانی شریعتیں نازل ہوئیں ہرایک کے
اندر اس کا حکم تھا، چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم گویا ہے

"وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ"
(سورہ حج:۳۴)

یعنی ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی مقرر کردی تاکہ وہ بے زبان جانوروں پر
اللہ کا نام ذکر کریں۔

ابوالبشر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قربانی کا تذکرہ
قرآن حکیم اس انداز سے کرتا ہے

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ

یُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّکَ قَالَ إِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ"سورۂ مائدہ۲۷

اور آپ ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنائیے، جب دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی مقبول ہوئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی، تو اس نے کہا میں تجھ کو قتل کردوں گا،تو اس نے کہاکہ للہ تو پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے

اس واقعہ کی تفصیل تفسیری روایات میں اس طرح ملتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے درمیان شادی کے مسئلہ کو لیکر اختلاف ہوگیا اس طرح کہ قابیل خود اپنے ساتھ پیدا ہوئی بہن سے شادی رچانا چاہتا تھا، جب کہ اس سے نکاح کا حق دار چھوٹا بھائی ہابیل تھا اس اختلاف کو ختم کرنے کی یہ صورت تجویز ہوئی کہ دونوں للہ کے حضور قربانی پیش کریں جس کی قربانی کو آسمانی آگ آکر جلاکر ختم کردے وہ حق پر ہوگا، چنانچہ چھوٹے بھائی ہابیل نے اخلاص کے ساتھ اپنے گلے کی بہترین بھیڑ پیش کی اور بڑے بھائی قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار کا ناقص حصہ پیش کیا، چھوٹے بھائی کی قربانی اخلاص پر مبنی ہونے کی وجہ سے بارگاہ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہوگئی جب کہ بڑے بھائی کی قربانی اس صفتِ عالی سے عاری ہونے کی وجہ سے مردود ہوگئی۔

بڑا بھائی پہلے ہی سے خفا تھا اب تو شدت حسد سے بہت ہی بر افروختہ ہوا اور بجائے اس کے کہ مقبولیت کے وسائل اختیار کرتا غیظ وغضب میں آکر بے گناہ بھائی کی جان لینے پر آمادہ ہوگیا۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جانور کی قربانی سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے عبادت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دی گئی۔ شریعت محمدیہ میں

قربانی کا حکم حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام اس قربانی کی یادگار کے طور پر دیا گیا ہے جو تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور سبق آموز واقعہ ہے۔

چنانچہ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی للہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی للہ عنہم نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا "يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟" اے للہ کے رسول ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ تو آپ صلی للہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ" یعنی تمہارے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(مسند احمد: ۳۶۸،۴ حدیث نمبر ۱۸۷۹۷)

للہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی قربانی کو قرآن پاک کی سورہ صافات میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑھاپے میں بڑی دعاؤں ، تمناؤں اور امیدوں کے بعد بچے کی نعمت سے مالا مال ہوئے لیکن اسی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان شروع ہوگیا کہ اس بچے اور اس کی والدہ کو بے آب وگیاہ چٹیل زمین مکہ میں چھوڑ آؤ جہاں انسان تو دور جانور بھی نظر نہیں آتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم ربانی کی بجا آوری کے بعد کبھی کبھار فلسطین سے اپنے بیٹے اور بیوی کی خبر لینے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ تشریف لائے تو للہ تعالیٰ کی طرف سے خواب دکھایا گیا کہ وہ اس لاڈلے بچے کو ذبح کررہے ہیں، چونکہ انبیاء کرام کا خواب مبنی برحقیقت ہوتا ہے اس لئے آپ نے اپنے بیٹے سے خواب کو ذکر فرمایا اور ان کی رائے بھی معلوم کرنی چاہی ، فرمانبردار بیٹے نے جو جواب دیا اس کو للہ تعالیٰ

نے تاقیام قیامت قرآن میں محفوظ فرمادیا ”یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ“ یعنی اے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کر لیجئے، ان شاء للہ مجھے آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، بیٹے کی طرف سے یہ جواب سن کر باپ کا دل باغ باغ ہوگیا، اور تعمیلِ حکم الٰہی کے لئے جنگل کی طرف چل پڑے، راستہ میں شیطان نے تین مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے للہ اکبر پڑھ کر ہرمرتبہ اپنے راستہ سے دفع کردیا، باپ نے بیٹے کو منہ کے بل لٹاکر گلے پر چھری چلادی ، آسمان وزمین کا ذرہ ذرہ اس عجیب اور سخت امتحان الٰہی پر انگشت بدنداں تھا، حتیٰ کہ خود خدائے رحمان ورحیم کی طرف سے اعلان ہوگیا ”قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا“ (صافات: ۱۰۵) کہ اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچ کردکھایا یقینا یہ ایک بہت بڑا امتحان تھا، اس امتحان میں پاس ہونے کا صلہ للہ کی طرف سے یہ ملا کہ رہتی دنیا تک کے لئے اس عمل کی یاد میں امت محمدیہ کو ہرسال قربانی کا حکم دے کر اسے جاوداں بنادیا ”فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ“ (کوثر:۲)اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو امت محمدیہ کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے اور ہماری قربانیوں میں اخلاص پیدا فرماکر محض اپنے فضل وکرم سے شرف قبولیت بخشے۔ (آمین)

عید قرباں... مگر جذبہ ایثار و قربانی کا فقدان!

بقلم :- مولانا عاصم طاہر اعظمی قاسمی
ایڈیٹر آئی این اے نیوز اعظم گڑھ

اللہ جل مجدہ کو اپنے بندوں سے بہت محبت ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ نارِ جہنم کا ایندھن بنے اِسی لیے اس نے اپنے انبیائے کرام کے ذریعے اپنے بندوں کے لیے جنت کے راستے ہموار کیے اور ایسے ایسے عظیم اور آسان طریقے اور ذرائع مقرر کیے کہ جنہیں اپناکر انسان اللہ تعالٰی کے قریب ہوجاتا ہے، دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے محفوظ ہوجاتاہے اور جنت الفردوس اس کا مقدر بن جاتی ہے، اُن طریقہ جات اور ذرائع میں سے قربانی کرنا بھی ایک ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ جس سے انسان کو اللہ تعالٰی کی قربت نصیب ہوجاتی ہے اور اس کی دنیا و آخرت بھی سنور جاتی ہے.

عید قرباں اسلام کا دوسرا عظیم تہوار ہے جو اپنی اہمیت ،فضیلت ،معنویت،اور روحانیت کے حوالے سے منفرد شنا خت اور خصوصیات کا حامل ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا عمل ایک طرف قرب خداوندی رضائے الٰہی اور پروردگار عالم کی خوشنودی کا با عث ہے تودوسری طرف ہر قدم پرسرفروشی، قربا نی، جاں نثاری اور صبر وشکر سے لبریز ہونے کے پیغام سے سرشار ہے، قربا نی ایک ایسا عمل ہے جو امت مسلمہ کی طرح سابقہ امتوں کی متنوع عبادات کاا ٹوٹ حصہ رہا ہے ،البتہ طریقہ کار اور قبولیت کے مدار و شرائط مختلف رہے ہیں، یہود ونصاری کے ہاں بھی قربا نی کا تصور ملتا ہے،

ایرانیوں کے یہاں بھی فلسفہ قربانی موجود ہے ،اور ہندوستان کے دیگر مذاہب کے یہاں بھی قربانی کا عملی اظہار ہو تا ہے، اور اسے مختلف الفاظ کا لباس پہنا کے کسی نے نروان،،تو کسی نے بلیدان،،اور کسی نے بھینٹ ،،سے مو سوم کیا ہے مذہب اسلام میں اسے قربانی اور نحر کے ساتھ مختص کیا گیا ہے،

احادیث مبارکہ میں قربانی کی بے شمار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےارشاد فرمایا : ابن آدم کا نحر (یعنی قربانی کا دن)ایسا کوئی عمل نہیں جو اللہ تعالی کے نزدیک خوں بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب ہو،اور قربانی کا جانور قیامت کے دن سینگوں اوربالوں اورکھروں کے ساتھ (زندہ ہو کر) آئیگا اور قربانی کا خون زمین گرنے سے پہلے اللہ تعالی کی رضا اورقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتاہے، پس اے اللہ کے بندو: دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو،

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

مَنْ کانَ لہ سعۃ فلم یضح ، فلا یقربن مصلانا (رواہ ابن ماجۃ:، 3123)

"جوآسودہ حال ہونےکے باوجود قربانی نہ کرےوہ ہماری عیدگاہ کےقریب بھی نہ آئے،

ہر سال ہمارے درمیان عید قرباں کے تاریخی ایام آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔

لیکن ہم میں سے آج بہت ہی کم لوگ ایسے ہیں جواس بات کی ضرورت محسوس کر تے ہیں کہ اس کی حقیقت کو جانیں اور سمجھیں کہ اس میں ایسی کون سی خصوصیات ہیں کہ اس دن کو قیامت تک کے لیے یادگار قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ ایثارو قربانی اور حصولِ رضائے الٰہی کا وہ جذبہ ہی تھا جس کی بنیادپر ابراہیم علیہ السلام نے گھر، وطن، دولت توچھوڑی ہی بادشاہ وقت سے

بھی بغاوت کی، پھر اللہ کی خاطر بیوی اور ننھے سے دودھ پیتے بچے کو بے آب وگیاہ میدان میں بے سہارا چھوڑ آئے اور خود آگ کے دہکتے الاؤ میں ڈالے گئے، یہاں تک کہ اپنی جان ہی نہیں لختِ جگر کی قربانی کے آخری حکم کی بھی تعمیل کی۔

اخلاص و سچائی اور ایثار و قربانی کا یہ ایسا بے نظیر واقعہ ہے جس کی مثال آج تک کوئی قوم پیش نہیں کرسکی، اسی لیے اللہ نے اس بلند ترین عمل کو قیامت تک کے لیے ایک فریضہ کی حیثیت دے دی، تاکہ عید قرباں کی تاریخی حیثیت پر نگاہ رکھتے ہوئے بندۂ مومن اپنے اندر بھی وہی جذبہ پیدا کرے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وہ سب کچھ قربان کردے جو میسر ہو۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ لوگوں نے اسے بھی رسم بنا ڈالا، نہ اس کی حقیقت کو پہچانا اور نہ اس کے تقاضے کو سمجھا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی کو نہ جانور کا گوشت اور نہ اس کا خون چاہیے بلکہ مومن کا تقوٰی اور رضائے الٰہی مطلوب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے کہ ہم نے بھی یہی اقرار کیا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ ہمارا نہیں ہے اللہ کا ہے۔ ہم اللہ کے حکم پر چلیں گے، اور اس کے حکم کے سامنے نہ اپنے دل کی بات مانیں گے اور نہ کسی دوسرے کی خواہش کی پرواہ کریں گے۔

ہم جس طرح جانور کی قربانی کرتے ہیں۔ اسیطرح اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کردیں گے، تاکہ اختلاف، انتشار بغض و حسد، کبر و غرور، عناد و دشمنی، مکر و فریب اورحق تلفی وجاہ طلبی کے ذریعہ انسانیت کی تباہی کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ عظمت و بلندی کا جو معیار قرآن مجیدنے بتایاہے، اسے ہم اپنی زندگی میں سجا بسا لیں۔ ذات برادری،

رنگ و نسل اور دولت و غربت کے سارے امتیازات کو مٹا کر اخوت و مساوات، پیار و محبت اور ایک خدا کی عبادت و بندگی کی فضا قائم کریں۔

اس عید کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر قربانی کی وہی روح، اسلام و ایمان کی وہی کیفیت اور خدا کے ساتھ محبت اور وفاداری کی وہی شان پیدا ہو جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں کیا ہے۔ اگر کوئی انسان محض ایک جانور کے گلے پر چھری پھیرتا ہے اور اس کا دل اس روح سے خالی رہتا ہے جو قربانی میں مطلوب ہے، تو وہ ایک ناحق جاندار کا خون بہاتا ہے۔

احکاماتِ خداوندی کو بجا لانے میں اخلاص کا ہونا بے حد ضروری ہے، نبی کریم صل اللہ علیہ و سلم کا فرمانِ مقدس ہے: "بے شک! اللہ تعالٰی تمہاری طرف اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بل کہ وہ تو تمہاری نیت کو دیکھتا ہے۔"

اللہ تعالٰی نے اپنی عظیم کتاب قرآن پاک میں ارشاد فرمایا، "اللہ تعالٰی کو قربانی کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بل کہ اُسے تو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

عیدِ قرباں کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر بھی وہ روحِ ایمانی پیدا ہو جس کا عملی مظاہرہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ نے ہزاروں سال قبل کیا تھا لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ یہ عظیم الشان دن بھی فقط ایک تہوار بن کر رہ گیا اہلِ ثروت لوگ اس مقدس تہوار پر بھی نمود و نمائش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے جس سے معاشرے کے غریب اور نادار طبقوں میں اس روز احساسِ کمتری پوری شدت سے جنم لیتا ہے آج امتِ مسلمہ جن مسائل اور حالات سے دوچار ہے اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم نے اپنے دینی شعار کی

اصل روح کو بھلا دیا، دنیا کی چاہت اور دیکھا دیکھی اپنے اسٹیٹس کو برقرار رکھنے کی خاطر اسلام سے کوسوں دور ہو چکے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دکھاوے کے نمائشی کام تو بہت ہو رہے ہیں،لیکن معاشرے میں عملی طور پر بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر ایسا ہوتا، تو آج یہ معاشرہ بھوک، جہالت، منافقت، خودغرضی اور نفاق و دشمنی کی کرب ناک تصویر نہ بنا ہوتا۔ہماری آدھی سے زیادہ آبادی کو دو وقت کا کھانا تک میسّر نہیں۔ میرا توایمان ہے کہ ہم ظاہری طور پر قربانی کا جو اہتمام کرتے ہیں، اگر ایثار و قربانی کا یہ سچّا جذبہ ہماری عملی زندگیوں کا بھی حصّہ بن جائے، تو ہمارے سارے دکھ درد اور مسائل دور ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اللہ کو تمہارے جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا، بلکہ تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری پہنچتی ہے۔“اے کاش! کہ ہم اس چھوٹی سی آیت اور سنتِ ابراہیمی کی حقیقی روح کو سمجھنے اور اس پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہونے کے قابل ہوتے۔

چندسالوں سے ہمارے شہری و دیہی معاشروں میں قربانی کے گوشت کو فریز کرنے کا کلچر رواج پاگیا ہے، اس کلچر سے نجات پانے کی بھی ضرورت ہے، اسوۂ حسنہ کے مطابق قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے، ایک حصہ اپنے لیے، ایک اعز و اقارب کے لیے اور ایک غربا کے لیے،

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ قربانی کے جانوروں کی گندگیوں کو گلی محلے میں چھوڑ دیتے ہیں یہ طریقہ اسلام کی روح اور حفظان صحت کے اصولوں کے سخت منافی ہے قربانی اگر دینی فریضہ ہے تو صفائی بھی نصف ایمان ہے، ہمیں عید قرباں کے موقع پر صفائی کا بے حد خیال رکھنا چاہیے،

اللہ جل مجدہ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

قربانی کی حقیقت اور اس کا فلسفہ ، قربانی کے فضائل و مسائل ، قربانی پر اعتراض کا جواب

بقلم :- مولانا محمد انور داؤدی قاسمی، ایڈیٹر "روشنی" اعظم گڈھ

قارئین کرام:

دنیا میں جتنی بھی قومیں یا مذاہب آباد ہیں ہر ایک کے کچھ خاص تہوار ہوتے ہیں جس میں ان مذاہب کے ماننے والے اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اچھا پہنتے، کھاتے اور اپنے طور پر خوشیاں مناتے ہیں۔

اسلام نے بھی انسانی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے مسلمانوں کو دو تہوار دیاہے،

ایک عید الفطر جو رمضان ختم ہوتے ہی شوال کی پہلی تاریخ کو آتا ہے،

دوسرا عید الاضحی جو حج کے عظیم رکن وقوف عرفہ کے بعد ۱۰/ذی الحجہ کو آتا ہے۔ پورے سال کے اندر صرف یہی دو تہوار مذہبی، ملی اور قومی ہیں،

اسلامی تہوار دیگر اقوام عالم کے تہواروں سے بالکل منفرد اور نمایاں پہچان رکھتے ہیں۔

تہوار یا عید در اصل قوموں کے عقائد وتصورات اور ان کی تاریخ و روایات کے ترجمان ہیں، یہی تہوار کا فلسفہ ہے، اقوام عالم کے تہوار میں رنگ رلیاں ہیں یا قومیت کو مستحکم کرنا ہوتا ہے یا کسی مقتدا کی یاد تازہ کرنی ہوتی ہے۔

لیکن اسلامی تہوار کا فلسفہ اپنے اصل خالق سے تعلقات میں مضبوطی ہے،

اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے اس کی تعلیمات لہو ولعب سے کوسوں دور ہیں، اسلام میں عید کے تہوار کے معنی ہیں اجتماعی طور پر خدا کو یاد کرنا، اس کی طرف رجوع

کرنا، اس کا قرب حاصل کرنا، اسی کے نام پر غریبوں کی مدد کرنا، اور اسی کے نام پر قربانی کرنا۔

قربانی کی تاریخ:

قربانی! قربان سے نکلا ہے، معارف القرآن میں لکھا ہے

"لفظ قربان، عربی لغت کے اعتبار سے اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو کسی کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے، اور اصطلاح شرع میں اس ذبیحہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے" (ج:۲/ص:۱٤٦)

قربانی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی قدیم تاریخ روئے زمین پر انسانی آبادی کی ہے، اول البشر حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل اور قابیل میں جھگڑا ہوا دونوں کے درمیان جھگڑا ختم کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو قربانی پیش کرنے کی تجویز رکھی ،اس زمانے میں آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو جلا کر ختم کردیتی یہ قبولیت کی پہچان تھی۔

ہابیل بھیڑ بکری کے کاروباری تھے انہوں نے دنبہ کی قربانی پیش کی اور قابیل کاشتکار آدمی تھا اس لئے اس نے غلہ کی قربانی پیش کی، ہابیل چونکہ حق پر تھے اس لئے آگ ان کی قربانی کو کھاگئی (تفصیل سورہ مائدہ میں ہے)۔

جانور کی قربانی بطور عبادت یہیں سے شروع ہوئی اور تسلسل کے ساتھ ہوتی رہی البتہ اس کی خاص شان اور پہچان حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ سے ہوئی۔

عشق ووفا کی پہچان قربانی:

آپ گذشتہ صفحہ میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے

قربانی کی روایت قدیم ہے، لیکن جس اطاعت گزاری، وفا شعاری، اورتسلیم و رضا کے ساتھ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے قربانی پیش کی دنیا اس مثال سے خالی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع سے ہی آزمائش و امتحان کی وادیوں سے گزارا گیا، بادشاہ دشمن، ماحول ناسازگار حتی کہ خود باپ بھی اپنے بیٹے ابراہیم کے خلاف، ایک بار تو پوری برادری نے آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا بلکہ آگ کے حوالے بھی کردیا تھا۔

اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا ہے،

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۔(سورہ انبیاء:٦٨)

"انہوں نے کہا کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرواگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے"

لیکن اللہ نے حفاظت فرمائی اور آگ سے محفوظ فرمایا، بالآخر عراق شہر چھوڑنا پڑا اور حَران اور حلب ہوتے ہوئے یروشلم چلے گئے،اسی عرصے میں ان کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے ایک بچہ پیدا ہوا جن کا نام اسماعیل رکھا گیا، اللہ کی حکمت و مصلحت کو کون جان سکتا ہے، اللہ نے حکم دیا کہ اپنی بیوی اور دودھ پیتے بچے کو مکہ جو اس وقت چٹیل میدان تھا چھوڑ آؤ، یہ ایک اور آزمائش تھی۔

بہرحال مکہ میں دھیرے دھیرے لوگ آباد ہونے لگے بیٹے اسماعیل بھی کچھ بڑے ہوگئے اللہ کی طرف سے ایک حکم بذریعہ خواب آتا ہے کہ اسماعیل کو میری راہ میں قربان کرو، اللہ نے قرآن کریم میں ارشادفرمایا،

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ۔(سورہ صٰفّٰت:١٠٢)

"پھر جب وہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کرتا ہوں"

اور پھر اسی کی اگلی آیت میں باپ بیٹے کی اطاعت کا عجیب نقشہ کھینچا گیاہے، اللہ اللہ کتنے ارمان تھے، کتنے خواب تھے، اکلوتی اولاد تھی، بڑھاپے کا سہارا تھی، اب وقت آچکاتھا کہ بیٹا قوت بازو بن کر باپ کا سہارا بنتا مگر نگاہ تصور سے دیکھئے اور سوچئے کہ باپ بیٹے حکم خداوندی کی تکمیل میں رسی اور چھری لے کر منٰی میں پہنچ گئے، نور نظر، لخت جگر باپ سے گویا ہے،

ابو جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ لیجئے تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور آپ اپنے کپڑے بھی سمیٹ لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کے چھینٹے پڑیں تو میرا ثواب کم ہوجائے اور والدہ دیکھیں تو انہیں غم ہو۔

اور فرمایا

ابو جان اپنی چھری تیز کر لیجئے گا اور ذرا جلدی جلدی حلق پر پھیریئے گا اور جب والدہ کے پاس جایئے گا تو میرا سلام کہہ دیجئے گا، بھلا بتایئے کون باپ برداشت کرے گا مگر دونوں استقامت و صبر کے پہاڑ تھے اور یہاں مقصود خود حضرت اسماعیل کی قربانی نہ تھی اس لئے چھری گردن پر چلنے کے باوجود نہ کٹی جنت سے ایک مینڈھا اتارا گیا اور باپ بیٹے اس کڑی آزمائش میں کامیاب ہوئے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی پوری زندگی قربانیوں کا آئینہ ہے جب جب رب ذو الجلال نے پکارا انہوں نے لبیک کہا، اللہ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اسے شعار میں داخل کردیا گیا

خلاصہ:

قربانی سنت ابراہیمی کی یادگار ہے، اصل قربانی تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا لیکن رحمت خداوندی نے اس حقیقی قربانی سے روک دیا،صورتاً جانور کی قربانی جاری فرمادی لیکن حقیقتاً اس قربانی سے ایثار نفس اور صبر و تحمل کے جذبات کو ابھارنا ہے، جاں سپاری، جاں نثاری کا درس دیناہے ، عید قرباں کا یہی پیغام اور فلسفہ ہے کہ خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کی زندگی ،ان کی قربانی ہمارے لئے اسوہ اور مشعل راہ ہو، اپنی انا، غرور تکبر، حسد، نفرت، اور نفس کی طرف داری کے گلے پر چھری چلائی جائے حکم خدا کے آگے ظاہری و وقتی آرام و فائدہ چھوڑ دیا جائے۔

فضائل قربانی:

عن عائشةرضی اللہ عنہا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من اهراق الدم .إنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع من الأرض فطيبوا بها نفسا۔(ترمذی:١٤٧٩)

"حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قربانی کے دن میں کوئی عمل اللہ تعالی کو خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے میدان میں اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی میں بہایا جانے والا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے دربار میں قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے، لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ
"قربانی کرنے والے کے لئے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے " (ترمذی: ١٤٨٠)

نوٹ : قربانی کی فضیلت میں اگرچہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے مگر نفس قربانی کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیثیں معتبر ہیں۔
(تحفۃ الالمعی:٤/٤٢٧)

قربانی کن لوگوں پرواجب ہے ؟

جس کی ملکیت میں سونا،چاندی،مالِ تجارت،نقدی اور ضرورت سے زائد اشیاء میں سے کوئی ایک چیز یا ان میں سے بعض اشیاء کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ 612 گرام چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔اگر اتنی مالیت ایک سال پاس میں رہے تو پھر اب زکوۃ بھی فرض ہوجائے گی ۔

قربانی کے وجوب کے لیے چھ شرائط ہیں

(١) مسلمان ہونا،غیر مسلم پر واجب نہیں۔
(٢) مقیم ہونا،مسافر پر واجب نہیں۔
(٣) آزاد ہونا ،غلام پر واجب نہیں۔
(٤) بالغ ہونا،نابالغ پر واجب نہیں۔(اگر باپ یا ولی نابالغ بچوں کی طرف سے اپنے مال میں سے قربانی کردے تو جائز بلکہ افضل وبہتر ہے)
(٥) عاقل ہونا ،مجنون پر واجب نہیں۔
(٦) مالدار ہونا، مسکین نادار پر واجب نہیں۔

(البدائع ٦٤،٥/٦٣،ط:رشیدیہ قدیم،الہندیہ ٥/٢٩٢،ط:رشیدیہ)

مسئلہ : اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد آباد یا غیر آباد اور بنجر زمین ہو تو اگر اس کی قیمت اورضرورت سے زائد پیداوار کا مجموعہ یا کوئی ایک ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔

(الہندیہ، ۵/۲۹۲،ط:رشیدیہ)

مسئلہ : جو شخص مقروض ہو لیکن قرض کی رقم جدا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدرِ نصاب مال بچتا ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(الہندیہ، ۵/۲۹۲،ط:رشیدیہ)

مسئلہ :اگر کچھ رقم قرض دے رکھی ہے یا فروخت شدہ مال کی قیمت باقی ہے تو یہ رقم اگر قابلِ وصول ہے تو قربانی واجب ہے البتہ اگر فی الحال قربانی کے لیے نہ نقد رقم ہے اور نہ ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جسے فروخت کر کے قربانی کر سکے تو قربانی واجب نہ ہوگی البتہ اگر بآسانی قرض مل سکے تو قربانی کی جاسکتی ہے۔

(الہندیہ ،۵/۲۹۲،ط:رشیدیہ،احسن الفتاوی،۷/۵۱۲،ط: سعید)

(قربانی کے وجوب اور شرائط مفتی شکیل منصورصاحب قاسمی مقیم امریکہ کے مضمون کااقتباس ہے)

قربانی کا وقت:

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں کی شام تک یعنی ۱۰/۱۱/اور ۱۲ ذی الحجہ ہے ان تاریخوں سے پہلے یا بعد قربانی معتبر نہیں۔(ہندیہ:۵/ مسائل قربانی و عقیقہ)

نوٹ: جمہور ائمہ کے نزدیک بھی قربانی تین دن ہے البتہ امام شافعی ایک روایت میں و اہل حدیث چوتھے دن کے بھی قائل ہیں ۔

وہ جانور جن کی قربانی درست ہے:

بکری ، بکرا (عمر ایک سال ہو)

بھیڑ، دنبہ، مینڈھا (عمر ایک سال ہو)

البتہ بھیڑ یا دنبہ اگر موٹی تازی ہواوردیکھنے میں ایک سال لگے توچھ ماہ بھی کافی ہے

اونٹ ، اونٹنی (عمر پانچ سال ہو)

گائے، بیل ، بھینس، بھینسا، کٹرا (عمر دو سال ہو)

(اپنے ملک ہندوستان میں اگر قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے فتنے کا اندیشہ ہوتوگائے کی قربانی سے مکمل احتراز کیجئے)

بڑے جانور جیسے بھینس یا اونٹ وغیرہ میں سات حصے دار شریک ہو سکتے ہیں اور ان میں عقیقہ کی نیت سے حصہ بھی لے سکتے ہیں۔

وہ حلال عیب دار جانور جن کی قربانی درست نہیں:

جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں یا کان تو تھے مگر اکثر حصہ کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ۔

زبان کٹا ہوا جانور جو چارہ نہ کھا سکتا ہو اس کی بھی درست نہیں

بالکل دم ہی نہ ہو یا دم کا اکثر حصہ کٹ گیا ہو اسی طرح اتنا لنگڑا ہو کہ قربانی کی جگہ تک نہ جا سکے ان کی قربانی درست نہیں۔

اندھے جانور یا جس کی بینائی روشنی چلی گئی ہو، ناک کا اکثر حصہ کٹ گیا ہو، دانت بالکل جھڑ گئے ہوں یا اکثر دانت گر گئے ہوں تو ان سب صورتوں میں ایسے جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

سینگ جڑ سے ٹوٹ گئی ہو یا اکھڑ گئی ہو اور ٹوٹنے کا اثر یا چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو قربانی درست نہیں ۔

بکری کا ایک تھن کٹ جائے یا خشک ہو جائے تو قربانی درست نہیں۔

نوٹ: وحشی اور جنگلی جانور کی قربانی درست نہیں ۔

اسی طرح حلال جنگلی جانور جیسے ہرن وغیرہ کی بھی قربانی درست نہیں چاہے گھر پر ہی پلا بڑھا ہو

قربانی کے آداب:

بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کریں یا کم از کم وہاں موجود رہیں۔

چھری کو تیز کرلیں، جانور کو بائیں کروٹ قبلہ رخ لٹالیں اس سے پہلے جانور کو پانی پلا لیں

ذبح کے وقت بسم اللہ اکبر پڑھ لیں۔

ذبح میں مدد کرنے والے یعنی چھری چلانے میں مدد کرنے والے بھی بسم اللہ ضرور پڑھ لیں

ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے نہ ذبح کریں۔

ذبح ہونے کے بعد جانور ٹھنڈا ہونے سے پہلے نہ گردن الگ کریں اور نہ کھال اتاریں

چند متفرق مسائل

اپنی خوشی سے اپنے مرحوم والدین یا رشتہ دار کی طرف سے قربانی کرا سکتے ہیں اس کا گوشت کھانا بانٹنا درست ہے، اور اگر میت نے قربانی کی وصیت کی ہے تو اس گوشت کو نہ کھایا جائے بلکہ صدقہ کردیا جائے۔

ذبح کے وقت یا جانور گراتے ہوئے کھینچا تانی میں سینگ یا پاؤں ٹوٹ گیا تو قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مالدار کی قربانی کا جانور غائب یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو اس کے لئے دوسرے جانور کی قربانی لازم ہے ۔

اور اگر فقیر اور غریب آدمی کے قربانی کا جانور مر گیا، چوری ہو گیا یا غائب ہوگیا تو اسے دوسرے جانور کی قربانی ضروری نہیں

قربانی صرف گھرکے مالک پرنہیں بلکہ گھرمیں ہر صاحب نصاب پر الگ الگ لازم ہے

قربانی کے دنوں میں قربانی(ذبح جانور)ہی عبادت ہے، اس کی جگہ صدقہ درست نہیں

قربانی کا گوشت غیر مسلمین کو دے سکتے ہیں۔

قربانی خلاف عقل نہیں:

کچھ مذہب بیزار اور ان سے متاثر ہمارے روشن خیال مسلم بھائی بھی قربانی کو خلاف عقل گردانتے ہیں، حالانکہ یہ رسم شروع دنیا سے ہے اور ہر قوم میں تھی اور یہ رضائے الٰہی و تقرب خداوندی کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ تین دنوں میں لاکھوں جانوروں کا خون بہتا ہے اس سے جانوروں کی قلت ہوتی ہے بلکہ اسکی جگہ رقم صدقہ کردی جائے غریبوں کا بھلا ہوجائے ، بظاہریہ الفاظ جتنے سنہرے ہیں بباطن یہ خیال اورفکراتنی ہی بدبوداراورمذہب سےدورکرنے والی ہے

اللہ نے انسان کو سب سے افضل بنایا ہے باقی پوری دنیا اس کی خادم ہے، جانور بھی ایک مخلوق ہےیہ بھی انسان کی خدمت کے لئے ہے، کچھ جانور سواری کے کام آتے ہیں، کسی کے گوشت اور دودھ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے کسی جانور کے بال اور کھال سے فائدہ ملتا ہے اور کچھ جانور مہلک امراض کے دفاع میں مفید ثابت ہوتے ہیں،

کس جانور کےدودھ، گوشت ،بال اورکھال سے فائدہ ملتاہے، شریعت نے واضح کردیاہے
یہ اللہ کی قدرت ہے کہ دنیا میں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسی پیدائش ہوتی ہے،
پہلے زمانے میں جنگیں گھوڑوں اور ہاتھیوں سے ہوتی تھیں کاٹے جاتے مارے جاتے،
گھر گھر گھوڑے تھے کثرت تھی اب نہیں ہیں کیوں؟
بعض علاقے میں جانور کا دودھ اور گھی نہیں کھاتے کیا وہاں سستائی ہے؟
کتے اور بکرے میں مقابلہ کیا جائے تو بکرا روز کٹتا ہے ہر جگہ کٹتا ہے لیکن مقدار
کم ہوئی؟اور کتے کی مقدار؟
صرف اسلام اور اسلامی شعائر پر ہی کیوں چھری چلے؟
اگر ملت کو فائدہ ہی پہنچاناہے تو آپ فلائٹ کا ٹکٹ کینسل کریں بائی ٹرین جائیں اور
باقی پیسہ صدقہ کریں، شادی بیاہ کی فضول رسمیں بند کریں اس سے پیسہ بچائیں مہنگے
کپڑے مہنگے کھانے بند کریں اس سے پیسہ بچائیں اور صدقہ کریں، لیکن وہاں ایسا
نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں انا کے گلےپر چھری چلاناہے

مسائل مذکورہ کوجمع کرنے میں

آپ کے مسائل اورانکاحل

کتاب النوازل

کتاب المسائل

مسائل قربانی وعقیقہ

مسائل عیدین

اور فقہ السنہ وغیرہ سے استفادہ کیاگیاہے۔

اسلام میں قربانی کا حکم

بقلم :- مولانا محمد صابر القاسمی

قربانی کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی دنیا کی تاریخ، اس کا دستور ہر زمانے میں رہا ہے، جانور کے خون بہانے کو تقرب کا سبب سمجھا گیا ہے اور یہ سلسلہ مختلف ناموں اور طریقوں سے تاحال جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو انسانوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا، حیوانات، نباتات، جمادات سے انسان مستفید ہوتا ہے، ان سے نفع اٹھانے کی مختلف شکلیں ہیں، جانور بھی ابن آدم کے خدمت گاروں میں شامل ہیں، کسی سے سواری کا کام لیا جاتا ہے تو کسی سے باربرداری کا، کسی کا گوشت کھایا جاتا ہے اور دودھ پیا جاتا ہے تو کسی کی کھال اور بال سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہےاورکچھ جانور اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے متعین کئے ہیں، تقرب خداوندی میں انہیں کو قربان کیا جاسکتا ہے دوسروں کو نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام چھیاسی سالہ بوڑھے ہیں، اولاد کا مسکراتا چہرہ دیکھنے کے لئے بےتاب ہیں، بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں

،،رب ھب لی من الصالحین،،(الصفات ۱۰۰)

اے میرے رب مجھے نیک اولاد سے نوازیئے!،،

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی فریاد سن لی اور ان کو ایک حلیم اور بردبار فرزند عطا کیا، آرزؤں، تمناؤں اور دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں جو بیٹا عطا کیا گیا تھا اسے اپنے سے جدا کرنے کا حکم ملتا ہے، ابراہیم علیہ السلام حکم کی تعمیل میں اپنے جگر کے ٹکڑے

اور اس کی والدہ کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آتے ہیں، مکہ جو اس وقت غیر آباد تھا آباد ہوچکا تھا، معصوم بچہ اب بچہ نہ تھا بلکہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اوربوڑھے باپ کا سہارا بننے کے لائق ہوچلا تھا، ایک اور امتحان، ایک اور آزمائش اور سخت آزمائش سے خلیل اللہ کو گزارنے کی تیاری ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے نور نظر کو قربان کردو، باپ نے جب بیٹے کو حکم خداوندی سے آگاہ کیا اور اس کی رائے معلوم کی تو سعادت مند بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا، یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی جس میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کامیاب ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح کے لئے جنتی مینڈھا دیا، جس کو ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا، اللہ تعالیٰ کو یہ ادائیں بہت پسند آئیں اور ان کی یادگار کو قیامت تک کے لئے زندہ فرما دیا، اسلام میں یہ طریقہ محمود اور مطلوب قرار پایا اور صاحب وسعت پر مخصوص دنوں میں متعینہ جانوروں کی قربانی دینا واجب ٹھہرایا گیا ہے اور اس کی سخت تاکید کی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ,, جو شخص قربانی کی وسعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے،،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کےاس ارشادسے قربانی کی اہمیت کااندازہ لگایا جاسکتاہے۔

قربانی کے ایام میں اللہ جل شانہ کے نزدیک قربانی کرنے سے بہتر اور پسندیدہ عمل کوئی دوسرا نہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی،اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے اور اللہ کے نام پر عمدہ اور فربہ جانور کی قربانی دینی چاہئے تاکہ زیادہ

سے زیادہ نیکیاں ملیں اسلئے کہ نہیں معلوم یہ موقع پھر ملے گا بھی یا نہیں، شریعت اسلامیہ نے ہر عمل کے لئے اصول و ضابطے متعین کئے ہیں انکی رعایت کرتے ہوئے جو کام کیا جاتا ہے تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں، قربانی نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوگی تو سرخروئی اور خیر کا ذریعہ بنے گی، جو عمل بھی آپ ﷺ کی سنت کے خلاف ہوگا وہ خیروبرکت سے محروم ہی ہوگا، قربانی سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ اخلاص کے ساتھ ہو، ریاکاری اور نام و نمود سے خالی ہو، اللہ کے نام پر جانوروں کو قربان کرنا نہایت محبوب عمل ہےلیکن اگر اسی عمل سے کسی کو ایذاء اور تکلیف پہنچے تو یہی عمل ناپسندیدہ اور مبغوض عمل بن جاتا ہے، ہماری ذمہ داری ہےکہ ہم اپنی قربانی کو محبوب عمل ہی رہنے دیں، اپنی غفلت، کوتاہی اور لاپرواہی سے اسے مبغوض نہ بنائیں، عید الاضحیٰ کے موقع پر خاص طور سے صفائی کاخوب اہتمام کریں، خون، گوشت اور ہڈی وغیرہ کو ادھر ادھر پڑا نہ چھوڑ دیں اسلئے کہ برسات کے موسم میں تھوڑی سی بھی گندگی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور بہت زیادہ تعفن پھیلاتی ہے، پنے محلے، اپنی بستی اور اپنے علاقے کو صاف ستھرا رکھنے میں ایک دوسرے کاہاتھ بٹائیں، صفائی ملازمین کاتعاون کریں، ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظراپنے جذبات کی بھی قربانی دیں اور صبر، تحمل اور ایثار کا مظاہرہ کریں، ایسی کوئی حرکت نہ کریں کہ شرپسندوں کوفتنہ و فساد بھڑکانے کا موقع ملے، اللہ تعالیٰ ہماری قربانیوں کو قبول فرمائیں اور شرور و فتن سے ہماری حفاظت فرمائیں ۔۔۔ آمین

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی۔۔۔۔۔

بقلم :- مولانا شمس پرویز مظاھری ، مہتمم مدرسہ نظامیہ دار القران دگھی وایا مہگاواں ضلع گڈا جھارکھنڈ

دین کی راہ میں عشق کا دم بھرنےوالے بہت ملیں گے مگر اس نام کے حقیقی معنوں سے آشنا کوئی نہیں۔۔نہ اسکی حدت اور چاشنی سے لبریز کوئی ملتا ہے۔۔نتیجہ یہ کہ عشق کی راہوں کے دعویدار خود بھی رسوا ہیں اور ان کے مقاصد بھی لاحاصل ۔عشق کرنا کسی سطحی ذہنیت کا کام نہیں، یہ بڑے اعلی درجہ کے زیرک اور باہمت شخصیات کا وطیرہ رہا ہےجو ظاھری و باطنی نگاہوں سےدنیا وما فیھا کی ماہیت و حیثیت کو خوب خوب جان چکے ہوتے ہیں ۔عبدیت کا شعور جن کی گھٹی میں پڑا ہوتا ہے ۔۔فنا اور بقا کے سارے زاویے جن کے وجدان میں رقص کناں رہتے ہیں ۔۔جس کسی نے بھی معرفت کی دولت حاصل کر لی وہ عشق کے مدار میں داخل ہو گیا اور اپنی آگہی کے پیچھے صدق دل سے کھڑا بھی رہا۔۔گویا جہاں اقرار باللسان ، تصدیق بالقلب اور اعمال بالجوارح اپنی پوری جامعیت اور توانائی کے ساتھ عملی طور پر نمایاں ہیں دراصل وہیں پر عشق ہے۔۔جہاں عشق ہوتا ہے میدان کربلا وہیں پر سجتا ہے۔گلزار معرفت وہیں پر کھلتا ہے ۔دار ورسن وہیں پر قائم ہوتا ہے ، آزمائشوں کی بھٹیاں وہیں دہکائی جاتی ہیں ،جان وہیں دی جاتی ہے ، اپنا سب کچھ وہیں لٹایا جاتا ہے۔۔

ع__________ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

قرطاس عالم پر عشق حقیقی کے انمٹ نقوش چھوڑنے اور اپنے وجود کو ثابت کرنے والی عبقری جماعت یا تو انبیاء کرام کی تھی یا ان کے جانثار اصحاب کی ، جنھوں نے معبد سے لے کر مقتل تک اور سوز جگر سے لے کر ادب نوائی تک اس کوچہ میں اپنا رنگ خوب جمایا ہے ۔۔

آنا جو ہے بزم جاناں میں پندار خودی کو توڑ کے آ
اے عقل و خرد کے دیوانے یاں عقل و خرد کا کام نہیں

کائنات کے ذرے ذرے کو اپنے وجود سے معطر و معنبر کرنے والے دعائے خلیل اور نوید مسیحا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد،شریعت مطہرہ کے بانی و مبانی سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام اور انکے فرزند ارجمند سیدنا ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان قربانیوں نے آسمان و زمین کی تمام جلی و خفی مخلوقات سے اپنے عشق کا لوہا منوا کرہی دم لیا اور ہر قسم کی مصلحت اور تمام تر اندیشوں کو جوش جنوں کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے خاکستر کر ڈالا۔۔امتثال امر اور مرضیات مولی میں فنا ہو جانے کی ایسی نظیر شاید ہی چشم فلک نے اس سے قبل دیکھا ہو ۔۔

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

قربانی کیا ہے؟ عشق و سرمستی کا بہترین مظہر ، عشق الہی کی چنگاری کو شعلہ زن کرنے کا عظیم ذریعہ ، عقل ناتمام کی کثافتوں کو دور کرنے کا سبب ، عزم و استقلال کی ایک حسین کہانی ، اولو العزمی اور ثبات قدمی کا پرکیف منظر ، بے جھجھک و بے ہچک اپنی جان کی قربانی ، عارضی محبتوں پر حقیقی محبت کی فتح ،دل سوز ،دلدوز ، سبق آموز اور ناقابل فراموش داستان اور تسلیم و رضا ، مہر و وفا، صدق و صفا، جود و سخا ، صبر و شکر اور وفا شعاری و جانثاری کا ایک کامیاب امتحان۔۔

داستان عشق جو پھیلی تو لا محدود تھی
اور جو سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

حقیقت تو یہ ہے کہ سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی ذات صرف خود ہی اپنے محبوب کے عشق میں گرفتار نہیں تھی بلکہ اپنی ذات سے وابستہ شریک حیات اور معصوم جگر گوشہ کو بھی اس راہ کے ذرہ ذرہ سے واقف کرا چکی تھی۔۔قرآن حکیم نے کہیں عظیم المرتبت خاوند اور باہمت زوجہ کے اور کہیں شفیق و محبوب باپ اور جانثار و فرمانبردار بیٹے کے مکالمے کو جس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے اسے بار بار تلاوت کرنا ایک مومن کے مشام جاں کو معطر کر دیتا ہے۔۔خلیل اللہ کی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دعائیں ملائکہ کو بھی ہچکیاں لے کر آمین کہنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔۔غور تو کیجئے !! اسی سال کے ضعیف اور بوڑھے انسان کے لئے اس سے بڑی آزمائش اور کیا ہو سکتی ہے؟؟ جب وہ خالق کائنات اور مالک ارض و سماء کی خوشنودی کی خاطر ، اس کے ایک حکم پر اپنے بڑھاپے کا سہارا ، شب و روز کی دعاؤں کا ثمرہ اور قلب و نظر کی تسکین کا ذریعہ اپنے لخت جگر، نور نظر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور شریک سفر و شریک حیات اماں ہاجرہ علیہا السلام کو فاران کے بے آب و گیاہ اور چٹیل میدان میں تنہا اور بے سہارا چھوڑ جاتے ہیں۔۔کس قدر کربناک اور اذیت ناک رہا ہوگا وہ منظر ؟؟ جب وفا شعار بیوی اپنے شوہر کا دامن پکڑ کر سراپا سوال ہوگی کہ کیوں میرے سرتاج ؟؟ آخر کیوں ایک جنس ناتواں کے سہارے ایک معصوم کو تنہا بے سہارا اس لق و دق صحرا میں چھوڑے جاتے ہیں ۔۔ جہاں نہ آدم نہ آدم زاد ، نہ زندگی اور نہ ہی زندگی کی ضروریات مستزاد یہ کہ ہمراہ لایا ہوا توشہ بھی انتہائی قلیل۔۔لیکن قربان جایئے تسلیم و رضا کے اس عظیم پیکر پر کہ زوجہ کے

اس کیوں کے جواب میں لب کشائی کو بھی شان عشق و وفا کے خلاف گردانا ۔۔
واہ رے عشق

عشق کی ابتدا عجب ، عشق کی انتہا عجب
عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کر فراق

عشق امتحانات سے کبھی بھی خالی نہیں رہتا۔عشق کے زیر اثر ہونے والی ہر جستجو فطرت کے کسی نہ کسی نئے رنگ کو آشکار کرتی رہتی ہے۔کسی نئ دنیا اور نئے عالم کو منکشف کرتی رہتی ہے ۔عشق خود سپردگی کا مطالبہ کرتا ہے ۔۔تسلیم و رضا اور انقیاد و اتباع کا متقاضی ہوتا ہے۔۔جذب دروں ، سوز وساز اور قربت و وصال کا متلاشی ہوتا ہے ۔۔سچا عاشق ہی وجود کی حدیں عبور کر کے مقام شہود تک پہونچ پاتا ہے۔۔عشق کے جتنے بھی انداز تاریخ کے صفحات سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں سب سے نمایاں ترین انداز عشق براہیمی ہے ۔۔جس کی تکمیل ان کے فرزند ارجمند سیدنا ذبیح اللہ علیہ السلام کی قربانیوں سے ہوتی ہے۔۔

ریگستان و بیابان کی گود میں پرورش پانے والا معصوم جب سن شعور کو پہونچتا ہے ، بے پناہ تمناؤں اور آرزوؤں کے دامن مراد کو اپنی گلکاریوں سے مزین کرتا ہوا گلشن براہیمی کا یہ خوبصورت پھول جب اپنی رنگت اور خوشبو بکھیرنے کے قابل ہوتا ہے تو حکم الہی بوڑھے باپ کے اس واحد سہارے کو اپنی راہ میں قربان کر دینے کا تقاضہ کرتی ہے۔۔تصور تو کیجئے کہ کتنا روح فرسا ہے یہ تصور ؟؟کہ باپ سے کہا جائے کہ تم اپنے محبوب اور اطاعت گزار بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دو۔۔ایسا بیٹا جو منتوں اور مرادوں سے ملا ہو۔۔ایسا بیٹا جو کہنہ سالی ضعیف العمری میں عطا کیا گیا ہو۔۔لیکن آفرین ہےاس بوڑھے باپ پر جسکی پدرانہ شفقت اور قلبی محبت اس کے محبوب رب

کے حکم کی اطاعت میں دیوار نہ بن سکی ۔۔حکم الہی غالب ایا اور فطری محبت یہاں بھی مغلوب ہو گئی۔۔آفرین صد آفرین سعادت مند فرزند پر جس نے حکم الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنے باپ کو بارگاہ ایزدی میں سرخرو کر دیا اور والد کے خواب میں حقیقت کے تمام رنگ بھر دئے۔۔

وہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی؟
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی؟

زبان پدر سے خواب کا تذکرہ بھی ہوا اور اپنے لائق و فائق فرزند سے مشورہ بھی۔۔ مشورہ اس لئے نہیں کہ اس میں قیل و قال اور چوں چرا کی کوئی راہ نکلے بلکہ مشورہ بھی بطور امتحان ہی تھا تاکہ اندازہ کیا جا سکے کہ بیٹے کے قلب میں بھی فدائیت و فنائیت کا وہی جذبہ کار فرما ہے یا نہیں جو باپ کے قلب میں علم الیقین ، عین الیقین اور حق الیقین کی حد تک پیوست ہو چکا ہے۔۔لیکن وہ قلب اسماعیل تھا جس کی آبیاری قلب ابراہیم کے طرز پر عشق الہی کے صاف و شفاف چشمہ سے کی گئی تھی۔۔زبان پدر گویا ہوتی ہے۔۔انی اری فی المنام انی اذبحک (میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں) پھر مشورہ طلب کیا جاتا ہے فانظر ما ذا تری (بیٹے تیری کیا رائے ہے؟؟) آیئے ہم اس سعادتمند اور اطاعت گذار بیٹے کی زبان کو بوسہ دیتے ہیں جسے نہ جانے فرشتوں نے کتنی مرتبہ بوسہ دیا ہوگا ۔۔یا ابت افعل ما تؤمر (ابو جان !! بھلا خواب میں حقیقت کا رنگ بھرنے میں تاخیر کیوں ۔۔کر ڈالئے جو مرضئ مولی ہے) گردن اسماعیل حاضر ہے صرف آپ کے چھری اٹھانے کی تاخیر ہے ۔۔آخر پس وپیش کیوں ؟؟ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین (اسماعیل وعدہ وفا کرنا جانتا ہے ۔۔آپ کا صابر و شاکر اسماعیل ثابت قدم ہوکر دکھائے گا)

سنگلاخ وادیاں ، کانٹوں بھرے راستے اور جلتی ہوئی دوپہر ، باپ ہاتھوں میں چھری لئے ہوئے منی کی پتھریلی زمین پر اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا دیتا ہے ۔۔اپنے جگر پارے کی گردن پر دھاردار چاقو رکھتا ہے اور زبان سے اپنے خالق و مالک کی عظمت و کبریائی بیان کرتا ہے۔۔اے اللہ !! اے آسمان و زمین کو وجود بخشنے والے مولی !! آج میں اپنا سب کچھ تیرے حوالے کرتا ہوں۔میری نماز ، میری قربانی ، میرا مرنا اور جینا سب تیرے لئے ہے ۔۔تیرا کوئی ساجھی نہیں اس کا تو نے مجھے حکم دیا اور میں سب سے پہلے تیری اطاعت کرتا ہوں۔۔آسمان کی آنکھوں نے ، پہاڑ کی بلندی نے ، دریاؤں کی روانی نے ، بادلوں کی چھاؤں نے ، سورج کی کرنوں نے ، باد صبا کے جھونکوں نے ، معصوم فرشتوں نے ، شریر شیطانوں نے ، خشکی نے تری نے ، آگ کے شعلوں نے اور منی کے اڑتے ہوئے غباروں نے ورطہ حیرت میں غوطہ زن ، دانتوں تلے انگلی دبائے ، آنکھوں سے اشک کا دریا بہائے عشق و وفا اور جاں سپاری و فداکاری کے اس عدیم المثال منظر کو دیکھا اور اس بے لوث جذبہ عشق کو خراج عقیدت پیش کیا ۔۔عاشق صادق کی اس ادائے دلبری پر عرش الہی بھی جھوم جھوم اٹھا۔۔آواز آئی اے ابراہیم !! بس کر دو کہ اب تو عشق کی انتہا ہو گئی۔۔۔ رک جاؤ کہ تمہارے نور نظر کی گردن کو جسم سے الگ کرنا ہمارا مقصود نہیں بلکہ

ع ___________ مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا۔۔۔

ہم تو اس عظیم عمل کےذریعے تمہارے قلب کی حقیقت اورکنہ تک پہونچناچاہتے ہیں۔

قارئین کرام !! قربانی کا مقصد اصلی ہی قلب کو پرکھنا ہے ۔۔للہیت اور اخلاص کو جانچنا ہے۔۔آیت قرآنی پر غور کیجئے (اللہ کو نہ تمہارے جانور کا گوشت پہونچتا ہے

اور نہ خون بلکہ اللہ تو تمہارے قلب کی کیفیت کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔) معلوم ہوا کہ جانور کی قربانی مقصود نہیں ۔۔وہ تو قربانی کی عملی شکل ہے ۔۔۔قربانی اصل مقصود ہے خواہشات کی ، جذبات کی ، نفسانیت کی ، شہوات کی ،لذت پرستی کی اور شہوت و مستی کی ۔۔۔۔اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تین دن جانوروں کا خون بہا کر ہم نے مقصد قربانی کو حاصل کر لیا تو یہ ہماری غلط فہمی ہے ۔۔ہم نے مقصد قربانی کو سمجھا ہی نہیں ۔۔اصل قربانی یہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اللہ کی مرضی کے مقابلے اپنی ساری خواہشات و لذائذ کو ترک کر دیں۔۔۔تب ہی ہم بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق بن سکتے ہیں کہ جانور کی گردن سے بہنے والے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے نہیں پائے گا کہ بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کر لے گا۔۔۔بعض لوگوں کے اس نظریہ پر بہت افسوس ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قربانی کرنے سے بہتر ہے کہ اتنی رقم غرباء اور فقراء کو دیدیا جائے۔۔ایسے لوگ شیطانی دماغ کے حامل ہیں جنھوں نے نہ دین و شریعت کو سمجھا اور نہ کبھی سمجھنے کی کوشش ہی کی ۔۔ایسے لوگوں کے پیش نظر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہئے کہ اپ نے فرمایا کہ قربانی کے تین ایام میں اللہ کو جانوروں کے خون بہانے سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں۔۔ایک موقع پر ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص گنجائش رہتے ہوئے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔۔بہر کیف

اللہ تعالی ہماری تینوں دنوں کی قربانیوں کو بے پناہ قبول فرمائے، ہمیں اپنی راہ میں قربان کرنے کے لئے بہترین جانور کے انتخاب کی توفیق عطا فرمائے ، ہمارے قلوب کو جذبہ براہیمی سے معمور فرمائے اور ہمیں شیطانوں کے شر سے محفوظ فرمائے آمین

قربانی کا پیسہ صدقہ کرنا قربانی کا بدل نہیں

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ھٰذِہِ الاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلاَمِ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ۔۔۔۔۔(سنن ابن ماجہ ص 226 باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔.

احادیث مبارکہ میں قربانی کے بیشمار فضائل مذکور ہیں

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے ایام میں اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ کوئی محبوب عمل نہیں ہے.

ایک حدیث میں ہے جو صاحب استطاعت ہو اور اس نے قربانی نہیں کی وہ ہماری عید گاہ تک نہ آئے

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سالہ قیام کے دوران کوئی سال ایسا نہیں ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے قربانی نہیں کی

حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے سو اونٹوں کی قربانی کی ترسٹھ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے ذبح کیا باقی سینتیس اونٹوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم اپنی طرف سے اور امت کے ان کے افراد کی طرف سے قربانی کرتے تھے جو نادار تھے.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے بعد ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور ایک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف سے قربان کیا.

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ قربانی اپنی طرف اپنے رشتہ داروں کی طرف اور مردوں کی طرف سے بھی کی جائے ان پر بھی اجر و ثواب ہے

کیوں کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوجاتا ہے

لیکن آجکل بہت زور شور سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ قربانی میں پیسوں کو بہانے سے بہتر ہے کہ وہ پیسہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردیا جائے

تو ایسے لوگوں سے عرض ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانے میں مدینہ منورہ میں آج کی بہ نسبت لوگ زیادہ غریب اور محتاج تھے

لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے قربانی کے دنوں میں قربانی کو ترجیح دی
اگر صدقہ وخیرات قربانی کا بدل ہوتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم قربانی کی
اتنی تاکید نہ فرماتے بلکہ اس کا پیسہ غریبوں میں تقسیمِ کرنے کا حکم کرتے
لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسا نہیں کیا..
یہ سچ ہے کہ صدقہ و خیرات بہت فضیلت اور اجر و ثواب کی بات ہے
لیکن یہ کیا کہ قربانی سے کٹوتی کرکے یہ ثواب حاصل کیا جائے
جس کا کوئی بدل نہیں
اگر صدقہ و خیرات کرنا ہی ہے تو وہ لوگ جو رہائش کیلئے مکانات کی تعمیر میں
کروڑوں خرچ کردیتے ہیں،
شادی بیاہ میں لاکھوں صرف کردیتے ہیں.
امپورٹڈ گاڑیوں میں لاکھوں لگادیتے ہیں
ہاتھ میں پچاس ساٹھ ہزار کا موبائل لیکر چلتے ہیں
اور دوسرے کاموں میں پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں ان میں سے کٹوتی کرکے صدقہ
و خیرات کریں اور غریبوں کی مدد کریں
اس میں زیادہ ثواب ہے
قربانی کو قربانی ہی رہنے دیں
قربانی کی جو فضیلت ہے وہ صدقہ و خیرات سے نہیں حاصل ہوگی.
اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطاء فرمائے
اور ہر ایک کو حسب استطاعت قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے.........آمین

قربانی اور ہمارا شعور...

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی

عید قرباں کی آمد آ مد ہے ہر طرف رونقیں چھانے لگی ہیں، ہر زباں پر اسی کے تذکرے ہیں، گھروں میں پاس پڑوس میں گاؤں اور بازاروں میں کرونا جیسی مہاماری کے باوجود چہل پہل دکھائی دینے لگی ہے، بچے بوڑھے سبھی میں دلچسپی دکھائی دے رہی ہے، ہر ایک جانوروں کا انتظام کرنے کی فکر میں ہے، لیکن ذرا ٹھہریئے سوچیئے

کہ ہم لوگ محض رسما یہ سارے کام انجام دینا چاہتے ہیں، ہمارے نزدیک تہوار، عید وغیرہ یہ الفاظ بس یوں ہی ہیں کہ ان سے لطف اندوز ہوسکیں یا کچھ اندازہ بھی ہے کہ عید قربان اپنے اندر شعور و احساس کا اک جہاں لئے ہوئے ہے، آپ پوچھنے پہ یہ تو بتا دیں گے کہ ہاں اس عید میں اک جانور ذبح ہوگا تمام گھر والے اور دوست و احباب اور اعزہ و اقرباء مل کر کھالیں گے، کچھ لوگ تھوڑا اور پڑھے لکھے ہوں گے وہ بتائیں گے کہ سنت ابراہیمی ہے، اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اللہ نے دنبہ بھیج کر اس کو ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ذبح کروایا تھا ہاں بیشک یہ بھی تھا لیکن اس کے پیچھے بھی اک جہاں آباد ہے کیا آپ نے سوچا.... نہیں... کیونکہ ہمیں ہرچیز سے سرسری گزر جانے کی جو عادت ہے،

چلیئے جانتے ہیں کہ ان واقعات کے پیچھے کیا ہے،

دراصل اس طرح کے واقعات قرآن و احادیث میں عبرت و موعظت کے لیے ذکر

کئے جاتے ہیں یہ ہمارے لئے مثل آئینہ ہیں کہ ہم ان واقعات کی روشنی میں اپنے خدوخال کو درست کریں، ہم اس کی روح کو اپنے اندر اتار لیں، اور وہ روح ہے عشق و سرمستی کا پیدا ہونا،یہ وہ شعور ہے جسے اللہ نے مومن کی صفات کے طور پر قرآن مجید میں ذکر فرمایا کہ والذین آمنوا اشد حبا للہ، مومن تو اللہ کا عاشق ہوتا ہے، اس وقت جو کچھ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کیا ہے وہ سراسر عشق کا تقاضا تھا ذرا سوچ کر دیکھتے ہیں کہ اگر ہمیں اپنے لخت جگر کی قربانی دینی پڑے تو ہم اسی انداز میں سر نیاز خم کردیں گے ہر گز نہیں، دل میں کیسا درد ابھرتا ہے کہ ارے میں اپنے بچے کو کیسے ذبح کرسکتا ہوں لیکن نگاہ ڈالئے کہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بغیر چوں چرا کئے اللہ کا حکم سنتے ہی اپنے آپ کو سرینڈر کردیا،
یہاں تو بیٹا باپ کے حکم پر دس سوال کرتا ہے ہم بھی ہر حکم کو بجا لانے سے پہلے اس کی لم اور دلیل، رمز اور حکمت جاننا چاہتے ہیں مگر وہاں باپ نے بھی لبیک کہا اور بیٹے نے باپ کی بھی تابعداری کی اور اللہ کی بھی ، وہاں تو جنبش لب کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی، جس دن ہمارے اندر خدا کے حکموں پر سرفروشی کی تمنا جاگ اٹھے گی اس دن دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ نہ کرسکے گی،
اسی لئے تو ہم کو دعا سکھائی گئی کہ

قل ان صلاتي و نسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين،

آپ کہہ دیجیے میری نماز میری قربانی، میری زندگی میری موت اللہ کے لئے ہے جوسارے جہاں کا رب ہے،
اللہ تعالی ہمارے اندر اپنے حکموں پر سب کچھ نچھاور کردینے کا شعور بخشے،آمین

علامتی قربانی

بقلم :- مفتی محمد رضوان اعظمی

حالیہ کرونا بیماری ایک وبا ہی نہیں بلکہ مجموعۂ آفات ہے, جس نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا , مادی ترقی ہو, روحانی ارتقاء ہو , سماجی تانا بانا ہو یا نظامہائے تعلیم ہوں سب اس کی ستم ظریفی کا شکار ہوئے, خصوصاً اجتماعی تقریبات و عبادات پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی, حکومتوں نے سخت نگرانی کے تحت ہر بھیڑ بھاڑ اور اجتماع پر نکیل کسی, لیکن پھر کچھ عرصے بعد معاشی نقطہ نظر سے تجارتی سرگرمیوں کو مشروط طریقے پر کھول دیا گیا, تاہم مساجد میں اجتماعی نماز اور عید و بقرعید کو معمول کے مطابق منانے کو تاحال لاک ڈاؤن کی باقیات کے بطور زندہ رکھا گیا ہے, لیکن ایک قابل گرفت چیز بھی کہی گئی, جس کی اسلامی نظریے سے قطعاً گنجائش نہیں ہو سکتی, وہ یہ کہ مسلمان "علامتی قربانی" کریں . چنانچہ مہاراشٹر سرکار نے اپنی رہنمایانہ ہدایات میں اس کا باقاعدہ ذکر بھی کیا ہے, اور یہ "علامتی قربانی " کا شوشہ کوئی نیا نہیں ہے,منکرینِ خدا اور لبرلز کے قربانی پر اعتراض اور اس کے متبادل کے طور پر اسے پیش کیا جاتا رہا ہے , جس کی تائید ہندو فرقہ پرست تنظیمیں بھی "اسلام دشمنی " میں کرتی رہی ہیں کہ اتنے بڑے پیمانے پر جانور کا ذبح "جذبۂ ترحم " کے خلاف ہے, نیز یہ پیسوں کا ضیاع بھی ہے, جب کہ یہ دونوں باتیں عقل و دانش کے خلاف ہیں, اگر قربانی زیادتی ہے تو پھر گوشت کی بڑی بڑی کمپنیوں کو بند کر دینا چاہیے,لیکن اسے بندکرنے کی ہمت نہ سرکار میں ہے نہ کسی فرقہ پرست میں,

رہی دوسری بات کہ پیسوں کا ضیاع ہے, اس سے غریبوں کی امداد کرنی چاہیئے, تو یہ بھی مشاہدے کے خلاف ہے کیوں کہ اتنی قربانیاں ہونے کے باوجود بھی گوشت دو تین کے بعد کسی گھر میں بچا رہتا ہی نہیں, یا تو اہل خانہ خود "زیبِ شکم" بنا چکے ہوتے ہیں یا گوشت سے محروم غرباء کی خواہشِ گوشت کی امید بر لاتے ہیں, مگر اس پروپیگنڈے کا اثر یہ ہوا کہ حکومتیں بھی علامتی قربانی کی ہدایت کرنے لگیں, سوال یہ ہے کہ علامتی قربانی ہے کیا ؟ , تو جواب یہ ہے کہ مٹی یا کیک کا بکرا بنا لیں, اور اسے اپنی نذرانۂ قرابانی کا اظہار تصور کر لیں, بس آپ کی قربانی ہوگئی اور استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی "علامتی قربانی " کی تھی, بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے بجائے دنبہ ذبح کیا تھا, حالانکہ ان عقلِ نا رسا لوگوں کو نہیں معلوم کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے ہوش وحواس کے ساتھ اسی عزم سے گئے تھے کہ اللہ کے حکم سے بیٹا قربان کرنا ہے, یہ الگ بات کہ اللہ نے اس کی جگہ دنبے کو ذبح کرانا منظور کیا اوراسی کی عملی نقل مسلمانوں کی عید الاضحیٰ کی قربانی ہے. لہذا یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اسلام میں علامتی قربانی کوئی چیز نہیں, تاکہ سادہ لوح مسلم عوام کسی فریب کا شکار نہ ہوں. کیا ہولی دیوالی بھی علامتی منائی جاتی ہے؟

میں نہ تڑپا دمِ ذبح، تو یہ باعث تھا
کہ رہے مدِ نظر، عشق کے آداب مجھے

قربانی کے احکام و مسائل

بقلم :- مولانا محمد اکرم خان قاسمی جونپوری
خطیب مسجد عمر بن خطاب شاہ گنج جونپور .

عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے ۔ یہ مسلمانوں کا دوسرا بڑا تہوار ہے۔ یہ یادگار ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی؛ قربانی نام ہے اللہ کی رضا اور قرب کیلئے تین مخصوص ایام میں مخصوص جانوروں کا راہ خدا میں ذبح کرنے کا ؛ بڑے جانور جیسے اونٹ پانچ سال کا ہونا شرط ہے اس میں سات نام قربانی ہوسکتی ہے؛ گائے اور بھینس کا دو سال کا ہونا ضروری ہے اس میں بھی سات نام قربانی کے ہوتے ہیں ۔

چھوٹے جانور جیسے بکرا دنبہ بھیڑ ایک سال کا ہونا ضروری ہے ان میں ایک نام قربانی ہوسکتی ہے ۔

صرف دنبہ اور بھیڑ میں شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ اگر بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے زیادہ کے ہوں مگر فربہی کی وجہ سے دیکھنے میں ایک سال کے لگتے ہوں تو ان کی بھی قربانی جائز ہے

قربانی کے جانور کا بے عیب ہونا ضروری ہے عیب وہ ہے جس سے منفعت اور جمال زائل ہوجائے ہاں اگر قربان گاہ میں قربانی کے وقت کوئی عیب پیدا ہو جائے مثلاً گراتے ہوئے ٹانگ ٹوٹ جائے یا سینگ ٹوٹ جائے تو یہ عیب میں نہیں شمار ہوگا جانور فربہ ہو دبلا پتلا مریل ٹائپ کا نہ ہو دو عدد دبلے جانور کی قربانی کے بجائے

ایک عدد فربہ جانور کی قربانی کرنا بہتر ہے ۔

شریعت کی رو سے ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے ؛ صاحب نصاب وہ شخص ہے جو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک ہو یا اسی کے بقدر روپیہ پیسہ کا مالک ہو یہی زکٰوۃ کا نصاب بھی ہے؛ ہاں زکٰوۃ کے وجوب کیلئے مال پر سال کا گزرنا شرط ہے مگر قربانی کیلئے مال پر سال کا گزرنا شرط نہیں ہے قربانی کے دنوں میں اگر کوئی شخص ایک لمحہ کیلئے بھی مالک نصاب ہوگیا تو قربانی واجب ہوگی یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے اگر کسی گھر میں کئی افراد نصاب کے مالک ہوں تو سب پر قربانی واجب ہوگی؛ نفلی قربانی بھی کی جاسکتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت کی طرف سے نفلی قربانی کیا کرتے تھے اس لئے اگر کوئی شخص واجب قربانی کے علاوہ اپنی طرف سے یا اپنے اقرباء زندہ یا مردہ کی طرف سے نفلی قربانی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے

قربانی کے بعد گوشت کا تین حصہ کیا جائے ایک حصہ اپنے استعمال کیلئے رکھا جائے اور ایک حصہ اپنے اقرباء کو دیا جائے اور ایک حصہ غرباء اور مساکین کو دیا جائے یہ گوشت کے استعمال کا افضل طریقہ ہے۔

اگر کوئی شخص سارا گوشت خود کھانے کیلئے رکھ لے تو بہر حال اس کی بھی اجازت ہے لیکن قربانی کی روح کے منافی ہے

قربانی کی کھال قربانی کرنے والا خود استعمال کرسکتا ہے مثلاً مصلیٰ وغیرہ بنالے لیکن فروخت کرنا یا قصاب کو اجرت میں دینا منع ہے

اگر فروخت کردیا تو اس کا پیسہ غرباء اور مساکین کو یا مدارس اسلامیہ کو صدقہ کردے

اللہ ہم سب کو بطیب خاطر قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

مسائل قربانی

بقلم :- مفتی محمد شاکر نثار مدنی

مسئلہ: قربانی کے ایام میں دیگر عبادات کے مقابلہ میں قربانی کا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے، واضح ہو کہ ایامِ قربانی میں جانور کا ذبح کرنا ہی لازم ہے، جانور کی قیمت کے صدقہ سے کام نہیں چل سکتا ہے، اور جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہیں کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا؛ کیوں کہ وہ واجب کا تارک ہے۔

مسئلہ: قربانی کے ایام تین ہیں، یعنی ۱۰-۱۱، اور ۱۲،ذی الحجہ، اس سے پہلے یا بعد میں قربانی معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ: ۱۰،ذی الحجہ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے، اس کے بعد ۱۱،اور ۱۲،ذی الحجہ کا درجہ ہے۔

مسئلہ: اگر رات میں اتنی روشنی ہو کہ ذبح میں کوئی خلل نہ آئے تو رات میں بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کا اصل وقت ۱۰،ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوکر ۱۲،ذی الحجہ کےسورج غروب ہونےتک رہتاہے؛ البتہ جس بڑی آبادی میں عید کی نماز ہوتی ہےوہاں نمازعید الاضحی کے بعد ہی قربانی درست ہوگی اور جہاں نماز عید جائز نہ ہو جیسے چھوٹے گاؤں ودیہات تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی درست ہے۔

نوٹ:- تاہم دیہات والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی کریں۔

مسئلہ: اگر شہر میں کسی جگہ نماز عیدالاضحی پڑھ لی جائے تو پورے شہر والوں کے لئے قربانی کرنا درست ہوجاتا ہے، اس میں عیدگاہ یا جامع مسجد وغیرہ کی نماز پر صحت کا مدار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شہر میں آپسی انتشار یا کرفیو وغیرہ کی وجہ سے عید الاضحی کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ ۱۰؍ذی الحجہ کو زوال کے وقت تک انتظار کیا جائے اس کے بعد قربانی کی جائے؛ لیکن اگر کوئی شخص زوال سے پہلے ہی قربانی کرلے تو مختار قول کے مطابق اس کی قربانی بھی درست ہوجائے گی۔

مسئلہ: سستی قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی کرانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مالی عبادات میں جتنا زیادہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ثواب اتناہی زیادہ ملتا ہے۔

مسئلہ: آج کل بعض لوگ محض ناموری اور دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدتے ہیں اور پھر اس کا خوب چرچا کرکے خوش ہوتے ہیں، تو اس ریاکاری کے ساتھ ثواب کی امید رکھنا محض فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے، ریاکاری کا جانور کتناہی قیمتی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔

مسئلہ: سعودی میں رہنے والا شخص اگر اپنی قربانی ہندوستان میں کرائے تو بارہ

ذی الحجہ کو بھی اس کی قربانی درست ہے گرچہ اس وقت سعودی میں تیرہ ذی الحجہ ہو۔

مسئلہ: جو شخص مال دار تھا، اسی وقت اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تھا، پھر وہ جانور گم یا ضائع ہوگیا، اور جب قربانی کا وقت آیا تو یہ مالدار فقیر ہوگیا، یعنی صاحب نصاب نہیں رہا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔

مسئلہ: جو شخص پہلے فقیر تھا، عین ایامِ قربانی میں یا قربانی کے تیسرے دن آخری وقت میں صاحبِ نصاب ہوگیا تو اس پر قربانی لازم ہوگی۔

مسئلہ: اگر فقیر شخص نے اپنی طرف سے قربانی کردی تھی پھر وہ قربانی کے آخری دن مال دار ہوگیا تو اب اس پر دوبارہ قربانی لازم ہوجائے گی اور پہلی قربانی نفلی شمار ہوگی۔

مسئلہ: جس صاحبِ استطاعت شخص پر قربانی واجب ہو اوراس نے جو جانور قربانی کی نیت سے رکھا ہو وہ قربانی سے پہلے گم ہوجائے یا مر جائے تو اس پر اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔

مسئلہ: غنی نے قربانی کے لئے جو جانور متعین کیا تھا اس نے قربانی سے قبل بچہ جن دیا تو اس بچہ کی قربانی غنی پر لازم نہیں ہے۔

مسئلہ: غنی شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنا متعین کردہ جانور قربانی سے قبل بدل لے اور اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی کرے؛ کیوں‌کہ غنی شخص کے متعین کرنے سے قربانی کا جانور متعین نہیں ہوتا؛ لہٰذا اسے بدلنے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ: فقیر شخص اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس پر قربانی واجب ہوجاتی ہے، اور اس پر اسی متعین جانور کی قربانی کرنا لازم ہوتا ہے، اگر وہ جانور مر جائے یا گم ہوجائے تو دوسرا جانور خریدنا ضروری نہیں، لیکن اگر گم ہونے کی صورت میں دوسرا خرید لیا پھر پہلا جانور بھی مل گیا تو دونوں کی قربانی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر وہ ایام قربانی کے اندر ہی وفات پاجائے اور ابھی اس نے قربانی نہ کی ہو تو اس سے قربانی کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: اگر بڑے جانور میں حصہ لینے والے کسی شریک کا قربانی سے قبل انتقال ہوجائے اور اس کے وارثین سب عاقل بالغ ہوں اور وہ سب اس کی طرف سے قربانی کی اجازت دیں تو یہ قربانی درست ہوگی، اور اگر تمام وارثین یا ان میں سے کوئی ایک وارث اجازت نہ دے یا تمام وارثین یا ان میں سے کوئی ایک نابالغ یا غیر عاقل ہو تو ایسی صورت میں اگر میت کا حصہ لگادیا گیا تو اس جانور میں شریک کسی بھی حصہ دار کی قربانی درست نہ ہوگی؛ کیوں کہ میت کا حصہ قربت نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی؛ لیکن اس نے ایام قربانی میں نہ تو قربانی کی اور نہ جانور خریدا تو بعد میں اس پر ایک بکرے کی قیمت کا غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ (یعنی اب بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قیمت کافی نہ ہوگی؛ بلکہ پورے جانور ہی کی قیمت دینی ضروری ہوگی)۔

مسئلہ: صرف درج ذیل جانوروں کی قربانی درست ہے:

(ا) بکری (جس کے ضمن میں پالتو بھیڑ، دنبہ اور مینڈھے وغیرہ بھی شامل ہیں)

(۲) اونٹ۔

(۳) گائے (جس کے ضمن میں بھینس اور کٹرے بھی شامل ہیں)۔

مسئلہ: گائے کی قربانی کرنا اسلام میں بلاشبہ جائز ہے، اور اس کی قربانی پر پابندی محض ظلم ہے؛ لیکن اگر کسی جگہ ملکی قانون کی خلاف ورزی سے فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے گائے کی قربانی سے احتراز کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی جگہ گائے کے ذبح پر قانوناً پابندی ہو پھر بھی قربانی میں گائے ذبح کرلی جائے تو یہ قربانی شرعاً درست ہے۔

مسئلہ: بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ اور ولیمہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر قربانی کے سب شریک اجنبی ہیں اور سب اپنا حصہ مکمل وصول کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو انتفاع کی اجازت نہیں دی ہے تو ایسی صورت میں قربانی کا گوشت تول کر تمام حصہ داروں میں تقسیم کرنا لازم ہے، (اوراگر آپس میں اجازت دے رکھی ہے تو اس اہتمام کی ضرورت نہیں ہے)۔

مسئلہ: اگر بڑے جانور میں حصے دار متعین ہوچکے ہیں تو ذبح کے وقت ہر ایک کا نام لینا ضروری نہیں؛ بلکہ مطلق ذبح سے سب کی قربانی درست ہوجائے گی۔

مسئلہ: جس جانور کے سینگ کا کچھ حصہ اوپر سے ٹوٹ گیا ہو (یا اس کا خول اترگیا ہو) اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر سینگ ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو (یعنی دماغ کی ہڈی میں سوراخ ہوگیا ہو) تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں (یا بچپن ہیں‌ہی اس کے سینگ کی جگہ آگ سے جلادی گئی ہو، جس کی وجہ سے آگے سینگ نہ نکل سکے ہوں) اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: اگر جانور کا کان تھوڑا بہت کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہو یا پیدائشی طور پر نہ ہوں تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: جس جانور کی آنکھ کی بینائی بالکل یا اکثر چلی گئی ہو تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور جس کے دو چار دانت ٹوٹے ہوں کہ اسے چارہ کھانے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی ہوتو اس کی قربانی میں کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: جس جانور کی زبان اتنی کٹی ہو کہ چارہ چرنے پر قادر نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر دُم کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر معمولی حصہ کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: جس جانور کی پیدائشی طور پر ہی دم ندارد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قربانی درست ہے، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک اس کی قربانی جائز

نہیں ہے (اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی قربانی نہ کی جائے)۔

مسئلہ: جو جانور بالکل لنگڑا ہو یا اس قدر لنگڑا ہو کہ تین پاؤں زمین پر رکھتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر رکھ ہی نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر لنگڑا کر چل سکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: بکری کے دو تھنوں میں سے ایک تھن اگر خشک ہوجائے یا کاٹ دیا جائے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی اور اگر بھینس، گائے یا اونٹنی کے دو تھن کٹ جائیں یا سوکھ جائیں تو ان کی قربانی بھی جائز نہ ہوگی؛ لیکن اگر بھینس، گائے یا اونٹنی کے چار تھنوں میں سے صرف ایک تھن کٹ جائے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: گابھن جانور کی قربانی مکروہ ہے جب کہ ولادت کا وقت قریب ہو۔

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ افضل اور مسنون ہے؛ کیوں کہ اس کا گوشت غیر خصی سے اچھا ہوتا ہے۔

مسئلہ: خنثیٰ جانور (جس کے بارے میں پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ نر ہے یا مادہ) کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: وحشی اور جنگلی جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگرجانور خریدتے وقت صحیح سالم تھا؛ لیکن بعد میں عیب دار ہوگیا تو مال دار پر اسکے بجائے دوسرے صحیح سالم جانور کی قربانی لازم ہے، اور اگرفقیر ہے تواسی عیب دار جانور کی قربانی کرسکتا ہے، دوسرے جانور کی قربانی اس پر لازم نہیں ہے۔

مسئلہ: جو جانور پہلے سے صحیح سالم تھا؛ لیکن قربانی کے لئے کوشش کرتے وقت (اچھل کود وغیرہ کی وجہ سے) عیب دار ہوگیا، تو اس کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی خوداپنے ہاتھ سے کرے۔اگر خود نہ کرسکے تو کم از کم قربانی کے وقت سامنے موجود رہے۔

مسئلہ: جانور کو لٹانے سے قبل چھری تیز کرنا مستحب ہے؛ تاکہ ذبح کے وقت جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔

مسئلہ: جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹادیں یعنی اس کے پیر قبلہ کی طرف کردیں اور اپنا دایاں پاؤں اس کے شانے پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کریں۔

مسئلہ: ذبح کے وقت قربانی کی نیت کرے (دل سے نیت کافی ہے، اس کے لئے الفاظ ادا کرنے ضروری نہیں)

مسئلہ: ذبح سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھے یا ایسا جملہ کہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد وثنا پر دلالت کرتا ہو، مثلاً بسم اللہ (یا سبحان اللہ، الحمد للہ، جب کہ ان کلمات سے تسمیہ کی نیت ہو)

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت اردو میں اللہ کا نام لیا مثلاً کہا ”خدا کے نام سے ذبح کرتا ہوں“ تو بھی ذبیحہ حلال ہوجائے گا (عربی کا کلمہ پڑھنا ضروری نہیں ہے)۔

مسئلہ: جو شخص جانور کو ذبح کرانے میں چھری چلانے والے کا معاون ہو مثلاً

چھری میں ہاتھ لگارہا ہو تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر مسلمان شخص ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے (لیکن اگر جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا)۔

مسئلہ: جو جانور کسی شخص نے اپنے لئے متعین کرر کھا تھا پھر اسے دوسرے کی طرف سے ذبح کردیا گیا تو بھی یہ مالک کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا؛ کیوں‌کہ متعین جانور میں دوسرے کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ: عورت کے لئے بھی جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے؛ لہٰذا مسلمان عورت کا ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے۔

مسئلہ: اگر نابالغ بچہ باشعور ہو اور اللہ کا نام لے کر ذبح پر قادر ہو تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسلمان گونگا ہو تو اس کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے۔

مسئلہ: مخنث (ہیجڑا) شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے۔

مسئلہ: جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے بعد سے قربانی تک بدن کے بال اور ناخون وغیرہ نہ کاٹے، لیکن اگر کاٹ لیا تب بھی قربانی ہوجائے گی.

(ماخوذ از کتاب المسائل بتغییر)

نظم : رسم الفت یہ سلیقے سے نبھائی جایے

بقلم :- مفتی محمد رضوان اعظمی قاسمی

عید ہے آئی تو پھر عید منائی جائے
رسم الفت یہ سلیقے سے نبھائی جایے

موسمِ غم ہی سہی شامِ مصیبت ہی سہی
بہرِ تسکین کوئی بزم ____ سجائی جائے

ہاتھ ملنے میں اگر __عذر ہے ایسا کوئی
اک تبسم سے خوشی کیوں نہ لٹائی جائے

عید قرباں ہے تو قربانی کا جذبہ آئے
اپنے جذبات کی قربانی دکھائی جائے

جانِ اولاد سے بڑھ کر ہے خدا کی مرضی
وہ براہیم کی ______ روداد سنائی جائے

خوں نہیں گوشت نہیں رب کی مشیت یہ ہے
شمع تقوی کی ہر اک _ دل میں جلائی جائے

یہ پرستارِ خرد کہتے ہیں کیا چھوڑو اسے
سنتِ آقا ہے یہ بات بتائی جائے

خوں بہانا بھی عبادت ہے سو اے **رضواں**
صدق و اخلاص سے مقبول بنائی جائے